

# مومن کی مثال

قال مورك العجلى: ما وجدت للمؤمن فى الدنيا مثلاً الا مثل رجل على خشبة فى البحر وهو يقول: يا رب يا رب! لعل الله أن ينجيه. (حلية الأولياء: ۲ / ۲۴۴، صحيح)

”مورق العجلی کہتے ہیں: میں دنیا میں مومن کی کوئی مثال نہیں پاتا سوائے اس آدمی کی مثال کی طرح جو سمندر میں ایک لکڑی پر بیٹھا کہہ رہا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے دے۔“

## ”تبدیلی“..... ایک تجزیہ!

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ پاکستان اور مجاہدین پاکستان قیام پاکستان سے اب تک پے در پے مشکلات و مصائب سے دوچار ہیں۔ عوام کے روزمرہ مسائل کو دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بس وطن اور اہلیان وطن کو ایک جسم سمجھ لیجیے جس کے گرد شکجہ کس دیا گیا ہے اور روز بروز شکجہ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ قریب ہے کہ یہ شکجہ جسم کی ہڈیاں توڑ ڈالے۔ اس خطرناک صورت حال میں عوام کو ضرورت ہے ”تبدیلی“ کی۔ وطن عزیز کے حکمران اور لیڈر برسوں سے تبدیلی کا نعرہ لگا رہے ہیں مگر قوم کی زبوں حالی سے پریشان و ہلکان کوئی بھی شخص جب اقتدار کی کرسی پر جلوہ افروز ہوا تو عوام کو اس کے جسم پر حب الوطنی کا لباس نظر نہ آیا اور اقتدار کی مسند پر ایسا شخص بیٹھا نظر آیا جس کے شکجہ جسم سے مال و دولت کی ہوس صاف ٹپکتی نظر آ رہی تھی، الا ماشاء اللہ۔ کیا عوام اسی طرح دھوکا کھاتے رہیں گے؟ کیا تبدیلی کبھی نہیں آئے گی؟

آئیے اس صورت حال میں قرآن سے راہنمائی لیجیے۔ جس سے راہنمائی حاصل کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ [الرعد: ۱۱] ”بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے نفسوں کو نہ بدل لیں“۔ ذرا سوچیے جس ملک کی سرکس اور گلیاں صرف اسی وجہ سے گندی رہتی ہوں کہ قوم کا ہر فرد یہ خیال کرتا ہے کہ میرے گرائے ہوئے کوڑے سے گندگی میں کیا اضافہ ہوگا اور میرے نہ گرانے سے کیا فرق پڑے گا؟ تو خدا اس قوم کی حالت کیوں بدلے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوری: ۳۰]

”اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور بہت سی باتوں سے وہ (اللہ) درگزر فرماتا ہے۔“ اگر آپ تبدیلی کے خواہش مند ہیں تو جان لیجیے کہ ہر اچھائی کی بنیاد عقیدہ توحید ”لا الہ الا اللہ“ ہے۔ اسی بنیاد پر ہی آپ کا وطن معرض وجود میں آیا تھا۔ اسی بنیاد کو مضبوط کیجیے۔ قوم کے ذہنوں میں اسی بیج کو بویجیے۔ پھر اسے قرآن و سنت کے چشمے سے سیراب کیجیے حتیٰ کہ یہ بیج پودے سے درخت بن جائے جس کے سائے میں تپتی دھوپ سے پریشان افراد سایہ حاصل کر سکیں۔ آپ جنگل میں بھٹکتے ہوئے مسافر کی طرح ہیں جس کو صرف اور صرف قرآن اور نبی مکرم ﷺ کی تعلیمات راستے پر لاسکتی ہیں۔ اگر آپ نے قرآن و سنت کی طرف رجوع کر لیا اور اعمال صالحہ کی زندگی بسر کرنے لگے تو جان لیجیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت دے گا، جیسے اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی اور ان کے لیے ضرور ان کا وہ دین پائیدار بنائے گا جو اس نے ان کے لیے چنا اور یقیناً ان کی حالت خوف کو بدل کر وہ ضرور انھیں امن دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔“ (النور: ۵۵)

پھر مسند اقتدار پر کبھی بھی جھوٹے، مکار اور ظالم لوگ نظر نہیں آئیں گے بلکہ زمام اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی جن کی عظمت کی گواہ تاریخ ہے اور جن کی مہذب اور نیک رعایا نے امن کے قیام کے لیے قیصر و کسری جیسی سفاک بادشاہتوں کو اپنے قدموں تلے روند دیا تھا۔ (عبدالرحمن طیب قاضی)

## الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

29 جمادی الثانی 1434ھ جمعۃ المبارک 10 تا 16 مئی 2013ء

شماره 19 جلد 64

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

0333-4786507

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد

0344-4656461

## جواہر پارے

مومن کی مثال

## کلمہ طیبہ

تبدیلی..... ایک تجزیہ!

## اداریہ

(عبدالرحمن طیب قاضی)

## درسی قرآن

تفسیر سورة الصُّفَّت ..... (۳)

## درسی حدیث

”کتاب الایمان“ ..... (۷)

## عقیدہ توحید

مشرکین کہہ کا عقیدہ اور ان کی غلط فہمیاں

## اصلاح معاشرہ

اکل حلال

## اسلامی حکومت

اسلام کا نظام حکومت

## گوشتہ خوانین

بچے کی پیدائش اور فوری طور پر کرنے کا کام

## تذکرہ علمائے اہل حدیث

مولانا احمد صلاح رحمہ اللہ

## شعر و ادب

مشورہ

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }  
 ڈالر امریکی 60/-

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## حلیف اور حریف

ہمیشہ کی طرح ان انتخابات میں بھی اس دفعہ گہری حکمت عملی سے ”آقا“ کے مغرض طبقات اور افراد کو اپنی اپنی انا کے خول میں لا حاصل بلکہ نتیجتاً نقصان دہ غرور و تکبر میں مبتلا کر کے ان کے ووٹ بینک کو نکھیرنے کی اس طرح کوشش کی جا رہی ہے کہ ایک فکر، ایک سوچ اور ایک ذہنیت کے ووٹ آٹھ دس بیلٹ بکسوں میں تقسیم ہو جائیں اور اغیار کے لیے مفید اور کارآمد پاکستان کے پشتینی حکمرانوں کے ۳۰ فیصد ووٹ ایک بیلٹ بکس میں یکجا ہو کر ۷۰ فیصد نکھرے ووٹوں کو پامال کر کے انکل سام کے لیے محفوظ واپسی یقینی اور ساز و سامان کے من و عن لوٹ جانے کا سبب بن جائیں گے۔

حدیث پاک تو یہ ہے کہ ”حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔“ اور مشاہدہ یہ ہے کہ انسان اگر خوشامد کا خوگر ہو جائے تو چالپوسی انسان کی فطری خوبیوں اور صلاحیتوں کو گھن کی طرح لگ جاتی ہے جو بالآخر انسان کو کھوکھلا کر دیتی ہے جیسی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو انسان منہ پر کسی کی تعریف کرے تو اس..... تعریف کرنے والے..... کے منہ کو مٹی سے بھر دینا چاہیے“ کہ چالپوسی کے گنبد میں سب اچھا کی دھن اکثر و بیشتر انسان کی عقل و خرد مآؤف کر دیتی ہے۔

میاں نواز شریف جب سے پاکستان آئے ہیں تب سے اب تک محبت وطن حلقوں کے مشوروں سے ان کی ایک دوراندیشی یا سیاسی بصیرت کہہ لیں ایک ہی دیکھنے میں آئی ہے کہ انھوں نے سابقہ حکومت کو مظلوم بن جانے سے بچائے رکھا، جسے وہ خود جمہوریت کو مستحکم کرنا کہتے ہیں اور ایک طبقہ ان کی اس پالیسی کو پاکستان کے میکاؤلی کی کامیابی قرار دیتا ہے۔ جب کہ ہمارے خیال میں عدلیہ کی دانائی اور عساکر پاکستان کی بیدار مغزی اس حکمت عملی کے بنیادی عنصر ہیں۔ اس لیے کلہ تہریک کے اصلاً حق دار انہی کو جانا جائے۔

سیاسی ضروریات یا خواہش اقتدار کے باعث میاں صاحب بے شک اپنے فنڈ امینٹسٹ کا بار بار انکار کریں لیکن نہ ہی ہمارے ”ان داتا“ نے ان کا یہ دعویٰ تسلیم کیا ہے اور نہ کرے گا بالکل اسی طرح میاں صاحب کا خاندانی پس منظر جاننے والے..... اہل لاہور خصوصاً اور پاکستانی عوام عموماً..... اس دعوے کو تسلیم نہیں کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ انتخابات کا تقارہ بچتے ہی جے۔ یو۔ آئی (ف) کے علاوہ جماعت اسلامی جیسی نظریاتی جماعت نے بھی ان سے انتخابی اتحاد کے لیے رابطہ کیا لیکن میاں صاحب نے ان کو وہ پذیرائی نہ دی سیاسی کے طور پر جس کا وہ مقام رکھتے تھے بلکہ برسوں سے ان کی باقاعدہ اتحادی اور مشکل گھڑی میں جماعتی اختلاف رائے کے باوجود ان کے ساتھ کھڑا ہونے والی مرکزی جمعیت اہل حدیث کو بھی حق اتحاد نہیں دیا۔ حالانکہ غلبہ دین کی خواہش رکھنے والا طبقہ اس اتحاد کا صرف اس لیے خواہش مند تھا کہ اس سے اس طبقے کا ووٹ بینک تقسیم نہ ہوتا۔ میاں صاحب نے دوسرے ریوڑوں سے آنے والے غول درغول امیدواروں کی خواہشات پر اپنے مذکورہ بالا فکری حلیفوں کو نظر انداز کر دیا۔ میاں صاحب عشوہ طراز ان مغرب کی سرخ بتی کے پیچھے چل کر اگر اپنے فکری حلیفوں کے ساتھ اپنے دنیاوی ”روشن مستقبل“ کی خاطر پانچ سال مصالحت و مفاہمت میں گزار سکتے ہیں تو آخرت..... یعنی دین..... کے ان فکری حلیفوں سے مصالحت کون سی ناممکن چیز تھی۔ باقی رہا منڈیریں بدلنے والے پرندوں کو دانہ دنکا ڈالنا تو اقتدار میں اس کے مواقع تو بے پایاں ہوتے ہیں کہ وطن کی سیاست تو ہے ہی مفادات کا دھندلا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث کو بھی چاہیے تھا کہ وہ اپنے روئے احباب و رفقاء کو منار کر اپنے سینے سے لگا لیتی ایک طرف اس نے یہ نہ کیا تو دوسری طرف بعض اہل حدیث حضرات بھی خود پسندی و خود نمائی کی آزمائش میں مبتلا ہو کر، نیاز مندوں کے ٹھمگٹوں میں الجھ کر اور نعرہ بازوں کے ہجوم میں ہوش

وہ اس کھوکراپنی اپنی ڈلفی الگ بجانے لگ گئے۔ اسی طرح سنی تحریک، سنی اتحاد کونسل اور جمعیت علمائے پاکستان کے مختلف گروپ بھی ایک انتخابی نشان کے تحت انتخابی دنگل میں نہ کود سکے۔

دیگر دینی سیاسی جماعتوں خصوصاً جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمان گروپ) الگ انتخابی نشان پر اور جمعیت علمائے اسلام..... سمیع الحق گروپ..... متحدہ دینی محاذ کے نام پر الگ انتخابی نشان کے تحت انتخابات لڑ رہی ہیں۔ اسی طرح جماعت اسلامی اپنی تنظیمی تاریخ اور انتخابی ناکامیوں کا ریکارڈ رکھنے کے باوجود قناعت کرتے ہوئے کسی دینی و سیاسی جماعت سے باہمی ایثار و قربانی کے بعد اتحاد کر لیتی تو کم از کم دین پسند حلقے کے ووٹ تو خزاں رسیدہ پتوں کی طرح یوں نہ بکھرتے۔ جبکہ ان سب فکری حلیفوں کے فکری حریف کم و بیش یکجان اور متحد ہیں اور انہی کی یہ سیاسی چال ہے کہ وہ اگر کم از کم دینی سوچ کے حامل اپنے فکری حریفوں کے ووٹ حاصل نہ بھی کر سکیں تو اس طبقے کے ووٹ اتنی اکائیوں میں تقسیم کر دیے جائیں کہ ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے اور وہ حسب سابق تماشا بنے رہیں۔ ہمیں جو بات سمجھ آ رہی ہے کہ ”سب پہ بھاری سیاست دان“ نے سب سیاستدانوں کو خودی کا ایسا الگ الگ خود پہنا دیا ہے جس نے سب کو اس وہم یا خط میں مبتلا کر دیا ہے کہ ع مجھ سا کوئی ہے تو سامنے آئے۔ اور سب سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کے گرد اس نے خوشامدیوں کے جھرمٹ اس طرح لگا دیے ہیں کہ وہ ان خوشامدیوں کے بغیر نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا وہ کسی غیر خوشامدی کی بات مانیں گے کیسے؟

چاہے کوئی کتنے ہی نعرے لگائے لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ ماضی میں سیاستدانوں کی حاکمانہ چیرہ دستیوں نے وطن عزیز کو علی شفا جُرفِ ہار..... کھوکھلے تو دے پر عمارت کی بنیاد..... پریوں پہنچا دیا ہے اور اغیار کا ایسا دست نگر کر دیا ہے کہ امریکا کی مرضی اور چاہت کے بغیر پاکستان میں نہ کوئی حکومت بن سکتی ہے اور نہ ہی کوئی حکمرانی کی راہداریوں میں اس کے اشارہ ابرو کے بغیر داخل ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے سامنے سب ہی بھیگی بلی بن جانے پر اس لیے مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ ان سب کا بھیدی ہے۔ اس لیے ہمارے خیال میں اقتدار کی دوڑ یعنی ووٹ دیتے وقت ترجیح اس کو دینی چاہیے جس میں کچھ نہ کچھ پاکستانیت ہو، یعنی کسی تبدیلی کے موڑ (Turning Point) پر امریکا کی بجائے وطن عزیز کو ترجیح دینے کا اس میں حوصلہ ہو اور اگر اس کا ماضی اس کی گواہی بھی دے دے تو پھر حق مزید بڑھ جاتا ہے۔ دوسرے نمبر پر اگر پاکستانی عوام کی خدمات میں بھی مقابلتا اس کی بہتر کارکردگی ہو تو یہ اس کا حق ترجیح اضافی ہوگا۔ کیونکہ اسلام اور نظریہ پاکستان تو اب ماضی کا دھندلاکن چکا ہے۔

### علم دین کی آبشار:

اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے دارالدعوة السلفیہ کی ہر ضرورت ہمیشہ پوری فرماتا رہا اسی طرح محبین دارالدعوة السلفیہ کو جب بھی علم ہوا یا ہم نے جب بھی ان کو پکارا تو انھوں نے بتوفیقہ تعالیٰ لیکر کہتے ہوئے اپنی بے لوث اور بے پایاں محبتوں سے ہم کو مرشار کر دیا۔ محبین کرام! رواں سال ختم ہونے یعنی رمضان المبارک آنے والا ہے۔ اس لیے دارالدعوة السلفیہ شدید مالی بحران سے دوچار ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دین مبین کے سینکڑوں نہیں ہزاروں ادارے اللہ تعالیٰ کے فضل خاص اور ان اہل خیر کے دم قدم سے رواں دواں ہیں جن کے مال کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ پسند فرماتا ہے، ہر ادارہ اپنے مقام پر حسب توفیق تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ لیکن دارالدعوة السلفیہ خصوصاً اس کا وسیع شعبہ ”محمد عطاء اللہ حلیف لائبریری“ ایک ایسی دینی و علمی آبشار ہے جس کا فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے اور اس فیض سے بفضلہ تعالیٰ ہر سال بیسیوں نہیں سینکڑوں تشنگان علم اپنے تصنیفی و تحقیقی ذوق کی سیرابی کر کے گم گشتگان ہدایت کی راہنمائی کرتے اور ان کو دلائل و نصوص سے مالا مال کرتے ہیں۔ اس لائبریری میں کم و بیش چھوٹی بڑی اٹھارہ ہزار کتب حوالہ (Refrence books) خصوصاً علوم قرآن و حدیث اپنے تمام متعلقات کے ساتھ، مسلک حقا اہل حدیث یعنی مسلک محدثین اور علمائے اہل حدیث کی تصنیفات کا ایسا ذخیرہ ہے جس سے استفادہ کے لیے اندرون پاکستان کی تقریباً تمام یونیورسٹیاں اور بیرون ملک یونیورسٹیوں کے طلباء علم بھی مستفید ہوتے ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ مجانب علم و دین ہماری اس درخواست پر فوری توجہ فرما کر حسب سابق دین کی اس جھلملاتی شمع کی بقائیں ہر ممکن کوشش فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

## تفسیر سورة الصف

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

گزشتہ آیات ۱-۳ کی دوسری تاویل:

ان صفات کے حاملین کے بارے میں ایک تاویل یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ان سے مراد نفوس بشریہ مقدسہ مراد ہیں۔ جو صفیں باندھے اللہ کی بندگی میں مصروف ہوتے ہیں۔ وہی تعوذ کے ذریعے وساوس شیطانی دور کرتے اور شیاطین کو زجر کرتے ہیں۔ اور نماز میں بلند آواز سے قرآن کی قراءت کر کے شیاطین کو زجر کرتے ہیں۔ جیسے حضرت ابوقحافہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات نکلے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو دیکھا وہ آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت عمر کے پاس سے گزرے تو وہ اونچی آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب دونوں رسول اللہ ﷺ کے ہاں اکٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! میں آپ کے پاس سے گزرا تم آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں جس سے سرگوشی کر رہا تھا اسے سن رہا تھا۔ اور حضرت عمر سے فرمایا: اے عمر! میں تمہارے پاس سے گزرا تم اونچی آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو دھتکار رہا تھا۔ الحدیث (ابوداؤد: ۱۳۲۹، ترمذی: ۴۴۷) اور تلاوت ذکر سے مراد نماز میں تلاوت قرآن ہے۔

تیسری تاویل:

ان اوصاف سے متصف مجاہدین مراد ہیں جو صف باندھے ہوئے لڑتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿لَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُورٌ﴾ [الصف: ۴]

”بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہو۔“

”زجرات“ سے مراد جہاد میں گھوڑوں کو زجر کرنا اور ”التسلیت“ سے جہاد کے دوران تلاوت قرآن اور ذکر کرنا ہے۔ جس کا حکم قرآن مجید ہی میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا

اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [الأنفال: ۴۵]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی گروہ کے مقابل ہو تو جیسے رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

چوتھی تاویل:

ایک توجیہ یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ اس سے مراد علمائے ربانین کی جماعت ہے جو دین کی دعوت دیتے ہیں۔ اور دین سے دور رہنے اور شہوات میں مبتلا ہونے والوں کو زجر و توبخ کرتے ہیں اور ”التسلیت ذکر“ میں قرآن پاک سے وعظ و تبلیغ میں مشغول رہنے کا بیان ہے۔

پانچویں تاویل:

ایک تفسیر و تعبیر یہ بھی ہے کہ ان تینوں آیات میں قرآن مجید کی ہی صفات بیان کی گئی ہیں۔

”الصافات“ سے مراد قرآن مجید کی وہ آیات ہی ہیں جن میں دلائل تو حید، دلائل النبوة، دلائل المعاد والمعاش، دلائل الاحکام اور تعلیم الاخلاق پر مشتمل مختلف عنوانات کو ایک ایسے طریقے و سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے کہ وہ باہم آپس میں ایسے جڑے ہوئے ہیں



ذریعہ ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوتی ہیں۔

(التبیان لابن القيم)

۵

بلکہ قسم شہادت کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے قول ”نشہد انک لرسول اللہ“ کی تردید میں فرمایا ہے: ﴿اتخذوا ایمانہم جنة﴾ کہ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ یہاں ان کی ”شہادت“ کو قسم قرار دے کر ان کی مذمت کی ہے۔ کسی معاملے کو نبٹانے کے لیے دو گواہوں کی ضرورت ہے اگر دو گواہ نہ ہوں تو ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلے کی اجازت ہے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ”قضیٰ بيمين و شاهد“ ایک قسم اور شاہد پر فیصلہ فرما دیا۔ تو یوں قسم گواہی کے قائم مقام ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی جو قسمیں کھائی ہیں تو یہ بہ طور شہادت و گواہی کے بھی ہیں کہ فرشتے، لیل و نہار اور زمین و آسمان گواہ ہیں کہ معبود برحق صرف اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کی قسم کھانا قطعاً اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق کی قسم کھانا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے اور کر سکتا ہے وہ کسی حکم کا پابند نہیں مگر ہم حکم شرعی کے پابند ہیں ہمیں حکم ہے کہ جب قسم کھاؤ تو اللہ کی قسم کھاؤ۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: کعبہ کی قسم۔ تو انھوں نے فرمایا: غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے:

من حلف بغير الله فقد كفر او اشرك .  
(ترمذی: ۱۵۳۵، احمد: ۳۴ / ۲، الحاکم: ۱۸ / ۱۸ وغیرہ)

”جو غیر اللہ کی قسم کھائے اس نے کفر یا شرک کیا۔“  
اس لیے کعبہ کی نہیں ربّ کعبہ کی قسم کھانی چاہیے۔

کہ ان میں تبدیلی و تغیر ممکن نہیں۔ انہی آیات میں وہ آیات بھی ہیں جو منکرات پر زجر و توبیخ کرتی ہیں اور وہ بھی ہیں جو اعمال البر والخیر پر آمادہ کرتی ہیں۔ اور قرآن میں امم سابقہ کے احوال سے آگاہ کرتی ہیں۔ یہ قول امام قتادہ ربیع بن انس اور زید بن اسلم سے بھی منقول ہے کہ الزاجراتہ اور التسلیت سے مراد آیات قرآنی ہیں۔

ان تعبیرات کی بھی گونجائش ہے مگر ان میں سب سے صحیح اور راجح پہلی تفسیر و تعبیر ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ اکثر مفسرین کی بھی یہی رائے ہے۔ ان آیات میں فرشتوں کی تین صفات بیان ہوئی ہیں:

۱: وہ عبادت کے لیے صف باندھے ہوئے ہیں۔ غیر منظم اور بھیڑ کی صورت میں جمع نہیں ایک ترتیب و سلیقہ کے ساتھ صف میں کھڑے ہوتے ہیں ان کے ہاں کوئی بد نظمی نہیں جس میں ہمارے لیے بھی نظم و ضبط کا سبق ہے۔

۲: سرکشوں کو زجر و توبیخ کرتے ہیں۔

۳: اللہ کی تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے ہیں اور احکام الہی کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ گویا ان کے ہاں ایک سلیقہ و طریقہ ہے، عبادت ہے، امر بالمعروف ہے اور نہی عن المنکر ہے۔ انہی چیزوں کا اہل ایمان سے مطالبہ بھی ہے۔

مخلوق کی قسم کھانا:

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھائی ہے۔ ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی عمر کی قسم کھائی ہے۔ طور پہاڑ کی، انجیر اور زیتون کی قسم کھائی ہے حتیٰ کہ شمس و قمر کی، لیل و نہار کی، آسمان و زمین کی بھی قسم کھائی ہے۔ حالانکہ قسم تو بڑے کی کھائی جاتی ہے، مخلوق جو ہر لحاظ سے کمتر ہے اس کی قسم اللہ تعالیٰ نے کیوں کھائی ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور اپنی صفات کی قسم کھائی ہے اور مخلوق کی قسمیں بھی اللہ کی معرفت کا

مؤلف: ابو بکر ابن ابی شیبہ

درس  
حدیثتحفۃ الاخوان  
کتاب الایمان

ترجمہ: ابو حمزہ عبدالحمید المری

۶

أمرهم من النساء، قالوا: يا أبا عبد الرحمن وما نقصان دينها؟ قال تركها الصلاة أيام حيضها، قالوا: فما نقصان عقلها؟ قال: لا تجوز شهادة امرأتين إلا بشهادة رجل واحد.

”عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: میں نے دین کی کمی والی، عقل کی کمی والی معاملے والے مردوں کے کام پر غالب آنے والی عورتوں سے بڑھ کر نہیں دیکھی۔ وہ کہنے لگے: اے ابو عبد الرحمن! اس کے دین کی کمی کیا ہے؟ کہنے لگے: حیض کے دنوں میں نماز ترک کرنا۔ لوگوں نے پوچھا: عقل کی کمی کیا ہے؟ کہنے لگے: دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے بغیر جائز نہیں۔“

۶۰۔ عن مغيرة قال: سئل إبراهيم عن الرجل يقول للرجل أمؤمن أنت؟ قال: الجواب فيه بدعة، فما يسرنني أني شككت.

”مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: ایک آدمی کے بارے میں ابراہیم سے سوال کیا گیا کہ وہ کسی کو کہتا ہے کیا تو مومن ہے؟ ابراہیم کہنے لگے اس کے بارے میں جواب دینا بدعت ہے اور شک کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔“

۶۱۔ عن أبي هريرة قال: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر وهو مؤمن. (صحيح)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: زانی مومن ہونے کی

۵۷۔ عن عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ يقول: يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك، قلت: يا رسول الله إنك لتدعو بهذا الدعاء؟ قال: يا عائشة! أو ما علمت أن قلب ابن آدم بين أصبعي الله إذا شاء أن يقلبه إلى هدى قلبه، وإن شاء أن يقلبه إلى ضلالة قلبه.

”عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے: ”یا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک آپ اس دعا کے ساتھ دعا کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا تو نہیں جانتی بے شک ابن آدم کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے کہ اسے ہدایت کی طرف پھیرے تو پھیر دیتا ہے اور جب اسے گمراہی کی طرف پھیرنا چاہے تو پھیر دیتا ہے۔“

۵۸۔ عن ابن أبي لیلی يحدث عن النبي ﷺ: ((أنه كان يدعوا بهذا الدعاء: يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك.))

”ابن ابی لیلیٰ نبی ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہیں، بے شک شان یہ ہے کہ نبی ﷺ اس دعا کے ساتھ دعا کرتے تھے: یا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك۔“

۵۹۔ قال عبد الله: ما رأيت من ناقص الدين والرأي أغلب للرجال ذوي الأمر على



منازل: مؤمن، وکافر، و منافق؟ وما أنا بکافر ولا منافق، قال: فقال عمر: ابط يدك. قال ابن إدريس: رضى بما قال.

”سعید بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی بے شک ایک آدمی شام میں رہتا ہے، وہ خیال کرتا ہے کہ وہ مؤمن ہے، سعید بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا: اس کو میرے پاس لے آؤ، پس وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو ہے وہ آدمی جو اپنے آپ کو مؤمن خیال کرتا ہے؟ وہ آدمی کہنے لگا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تین مراتب کے لوگ تھے: ۱۔ مؤمن، ۲۔ کافر، ۳۔ منافق۔ میں نہ تو کافر ہوں اور نہ ہی منافق۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اپنا ہاتھ پھیلا۔ ابن ادریس کہتے ہیں: اس کے جواب سے رضا مند ہوتے ہوئے (اس کو ہاتھ پھیلا نے کا حکم دیا۔)“

حالت میں زنا نہیں کرتا، اور نہ مؤمن ہونے کی حالت میں چوری کرتا ہے، اور نہ مؤمن ہونے کی حالت میں شراب پیتا ہے۔“

۶۲۔ عن حذيفة قال: والله إن الرجل ليصبح بصيرا، ثم يمسي ما ينظر بشفر. ”حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم بے شک ایک آدمی صبح کرتا ہے اس حال میں کہ وہ دیکھنے والا ہوتا ہے پھر وہ اس حال میں شام کرتا ہے کہ ابروؤں کے ساتھ بھی نہیں دیکھتا۔“

۶۳۔ عن سعيد بن يسار قال: بلغ عمر أن رجلا بالشام يزعم أنه مؤمن، قال فكتب عمر أن اجلبوه علي، فقدم علي عمر، فقال: أنت الذي تزعم أنك مؤمن؟ فقال: هل كان الناس على عهد النبي ﷺ إلا على ثلاثة

## دس کتابیں مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور  
کی طرف سے اہم اعلان

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے درج ذیل دس کتابیں مفت زیر تقسیم ہیں:

- |                                 |   |                          |
|---------------------------------|---|--------------------------|
| ۱: طلاق قرآن و سنت کی روشنی میں | ۲: مسلک اہل حدیث پر ایک نظر                 | ۳: صراطِ مستقیم کی پہچان |
| ۴: کتاب الکبائر                 | ۵: مسائل رمضان المبارک                      | ۶: مسائل زکاۃ            |
| ۷: مسلمانوں کے شب و روز         | ۸: عقیدہ کی خرابیاں اور ان سے بچنے کے طریقے |                          |
| ۹: آداب نماز                    | ۱۰: حرزِ اعظم                               |                          |

خواہش مند حضرات مبلغ پچاس روپے کے ڈاک ٹکٹ برائے ڈاک خرچ بھیج کر مفت طلب فرمائیں۔  
ملک بھر کی تمام مساجد اہل حدیث کے منتظمین حضرات اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل سات اشتہارات کا معروف فورکٹر مدلل رنگین اور خوب صورت مکمل سیٹ منگوائیں اور فریم کروا کر مساجد میں آویزاں کریں۔ مسائل حقہ کی ترویج کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

نوٹ: فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنا ضروری ہے۔ لٹرچر کی تقسیم پندرہ شعبان تک جاری رہے گی۔ ان شاء اللہ

(مولانا) محمد یونس راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور، پنجاب۔ موبائل: 0333-8556473

## مشرکین مکہ کا عقیدہ اور ان کی غلط فہمیاں

(میاں محمد جمیل: کنوینٹر یک دعوت توحید پاکستان)

”اگر آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پھر وہ کہاں سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کون آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ ہی ایسا کرتا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں، مگر ان میں اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔“

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْأَبْصَارَ وَ مَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ [یونس: ۳۱]

”فرما دیں کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ فوراً کہیں گے کہ ”اللہ“ ہی کرتا ہے فرما دیں پھر کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟“

﴿قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَ مَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

مسلمانوں کی کثیر تعداد کا خیال ہے کہ شاید مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے منکر تھے اس لیے قرآن مجید نے انہیں مشرک اور کافر کے نام سے مخاطب کیا اور ان کے انجام کے بارے میں بتلایا ہے کہ یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ ہمیش جلتے اور چلا تے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سوچ غلط فہمی اور کم علمی پر مبنی ہے اس لیے کہ قرآن مجید کی درجنوں آیات میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق، مالک اور معبود مانتے تھے گویا کہ وہ رب تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے قائل تھے لیکن اس کے باوجود قرآن انہیں کافر اور مشرک کے لفظ سے پکارتا ہے اور ان کا انجام جہنم بتلاتا ہے۔ آئیں سب سے پہلے چند آیات کے حوالے سے مشرکین مکہ کا عقیدہ سمجھیں اور پھر یہ جاننے کی کوشش کریں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا غلط فہمیاں تھیں جس بنا پر وہ مشرک اور کافر قرار پائے اور ابدی جہنم کے سزاوار ٹھہرے:

﴿وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝﴾ [الزخرف: ۸۷]

”اور آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے کہیں گے کہ ”اللہ“ نے پیدا کیا ہے پھر وہ کہاں سے دھوکا کھا رہے ہیں؟“

﴿وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [العنكبوت: ۶۱ تا ۶۳]

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ فَأَنَّا نَسْعُرُونَ

[مومنون: ۸۴ تا ۸۹]

”ان سے فرمائیں اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور اس کی تمام چیزیں کس کی ملکیت ہیں؟ ضرور کہیں گے ”اللہ“ کی ہیں، کہو پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟ ان سے پوچھیں ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ ضرور کہیں گے ”اللہ“ ہی مالک ہے، فرمائیں پھر تم ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ ان سے کہیں اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ہر چیز پر کس کا اقتدار ہے؟ اور کون پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ یہ ضرور کہیں گے کہ اقتدار اور اختیار ”اللہ“ ہی کے پاس ہے فرمائیں کہ پھر کہاں سے تمہیں دھوکہ لگتا ہے؟“

شبہ: ہم گناہگار ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ہماری نہیں سنتا:

گناہگار بالخصوص بڑے بڑے جرائم کرنے والے لوگوں کو ہمیشہ سے غلط فہمی رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم گناہگاروں کی نہیں سنتا، اس غلط فہمی کی بنا پر کچھ لوگ جرائم میں آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں موت آ لیتی ہے۔ کچھ لوگ یہ یقین کر لیتے ہیں کہ جب تک کسی پیر یا قبر والے یا بزرگ کو راضی نہیں کریں گے اس وقت تک ہماری توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس غلط فہمی کو ان لوگوں نے مزید پختہ کیا ہے جو مذہب کے نام پر مال بٹورتے اور لوگوں کی حرمتوں سے کھیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں میں بے شمار پیر اور علماء، ہندوؤں میں سادھو، عیسائیوں میں پادری اور یہودیوں میں مربی اس بات پر بدنام ہیں اور یہ لوگ دین اور توبہ کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کی یوں نشاندہی فرمائی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ [التوبہ: ۳۴]

”ایمان والو! کثیر علماء اور مشائخ ناحق لوگوں کے مال کھاتے ہیں اور ”اللہ“ کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔“

قُلْ يُعْبِدُونَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ [الزمر: ۵۳]

”اے نبی میرے بندوں کو فرمائیں! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ غفور اور رحیم ہے۔“

رب کریم نے گناہگاروں بالخصوص کفر و شرک اور بڑے بڑے جرائم کرنے والوں کو نہایت پیارے انداز میں بلایا اور یقین دلایا ہے کہ اے میرے بھٹکے ہوئے بندو! تمہیں مایوس ہونے اور کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ آؤ میری بارگاہ میں آ جاؤ تم جیسے بھی ہو میرے ہی بندے ہو، میری رحمت بے کنار ہے لہذا میری رحمت سے مایوس نہیں ہونا، یقین کرو کہ میں تمہارے تمام کے تمام گناہ معاف کر دوں گا کیونکہ میں معاف کرنے والا اور مہربان ہوں۔ اس آیت کریمہ کی بار بار تلاوت کریں اور اس کے الفاظ پر غور فرمائیں کہ کہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ اپنا عظیم نام ”اللہ“ لے کر نبی اکرم ﷺ کو فرمایا کہ میرے بندوں کو کہیں کہ میری رحمت سے مایوس نہیں ہونا کیونکہ میں ہی گناہوں کو معاف کرنے اور توبہ قبول فرمانے والا ہوں:

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ [المومن: ۳]

”اللہ“ گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا اور بہت فضل فرمانے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اُسی کی طرف سب نے پلٹ کر جانا ہے۔“

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا

اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾

[آل عمران: ۱۳۵]

”اور جب وہ بے حیائی کا کام یا اپنے آپ پر ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اللہ کے سوا اور کون ہے گناہوں کو بخشنے والا؟ اور نیک لوگ جانتے بوجھتے اپنے کیے پر اڑا نہیں کرتے۔“

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اللَّهُ أَشَدُّ فَرْحًا بِتُوبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَأَنْتَ رَاحِلَتُهُ بِأَرْضِ قُلَادَةٍ فَأَنْفَلْتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيَسَ مِنْهَا فَاتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ آيَسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةٌ عِنْدَهُ فَاخَذَ بِخَطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ)) (مسلم باب فِي الْحِضِّ عَلَى التَّوْبَةِ وَالْفَرَحِ بِهَا)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ کا بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے تمہارے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری اس کے کھانے پینے کے سامان کے ساتھ کسی بے آب و گیاہ میدان میں گم ہو جائے۔ وہ اس کی تلاش کرنے کے بعد مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے لیٹ جائے، مایوسی کے بعد اس سواری کو اچانک اپنے سامنے کھڑا پائے اور اس کی لگام تھامتے ہوئے خوشی کے عالم میں پکار اٹھے۔ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں۔ انتہائی خوشی کی وجہ سے بے ساختہ اتنے گناہ کی بات کہہ دیتا ہے۔ مگر پھر بھی اس کا رب اس

پر ناراض نہیں ہوتا۔ بندے کے توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ اپنے بندے پر خوش ہوتا ہے۔“

((عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا)) (صحیح مسلم: بَابُ قَبُولِ التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوبِ وَإِنْ تَكَرَّرَتْ الذُّنُوبُ وَالتَّوْبَةُ)

”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رات کو اپنا دستِ رحمت پھیلاتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو دستِ شفقت بڑھاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔ سورج کے مغرب سے نکلنے تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔“

((عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ، كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ)) (سنن ابی داؤد، باب ذکر التوبة)

”حضرت ابو عبیدہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا اس طرح ہو جاتا ہے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“

اللہ تعالیٰ دور بھی ہے اور سب سے قریب بھی:

اکثر لوگ اپنے گناہوں اور بے علمی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہمارا اللہ تعالیٰ تک پہنچنا مشکل ہے اسی طرح ہماری فریاد بھی اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس لیے ہمیں ایسے طریقے اور وسائل بروئے کار لانے چاہئیں جس سے ہماری آواز ”اللہ تعالیٰ“ تک پہنچ سکے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بعض صحابہ کرام کا بھی یہی خیال تھا جس بنا پر انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ اے نبی کریم ﷺ! ہمیں بتایا جائے کہ ہمارا رب ہم سے کتنی دوری اور مسافت پر ہے تا

وَلَا خَمْسَةَ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَذْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ آتِينَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾

[المجادلہ: ۷]

”کیا آپ نہیں جانتے کہ زمین و آسمانوں کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے؟ ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان اللہ چوتھا نہ ہو، یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان میں چھٹا اللہ نہ ہو، خفیہ بات کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ۔ وہ جہاں بھی ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، پھر اللہ قیامت کے دن انہیں بتائے گا کہ انہوں نے کیا عمل کیے، اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کی شہ رگ سے قریب تر ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے لیے تین مرتبہ (تُحْنُ) جمع کی ضمیر استعمال فرمائی ہے۔ جمع کی ضمیر میں رعب اور دبہ پایا جاتا ہے جس میں انسان کو بار بار احساس دلایا گیا ہے کہ ہم نے تجھے پیدا کیا ہے، ہم تیرے دل کے احساسات اور جذبات کو جانتے ہیں اور ہم تیری شہ رگ سے بھی زیادہ تیرے قریب ہیں اور جو کچھ بھی تو کرتا ہے ہمارے ملائکہ اسے لکھتے جارہے ہیں۔ جسے قیامت کے دن من و عن تیرے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ (ق: ۱۸)

اس بات کا انسان کو جتنا احساس اور خیال رہے گا اتنا ہی وہ اپنے رب کے قریب اور اس کا تابع فرمان رہے گا، یہ خیال اور عقیدہ جتنا کمزور ہوگا اتنا ہی انسان اپنے رب کا نافرمان اور اس سے دور ہوتا جائے گا۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا انسان کے قریب ہونے کا تعلق ہے وہ اپنے علم، اختیار اور اقتدار کے اعتبار سے انسان کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہے، لیکن ذات کے اعتبار سے وہ عرش معلیٰ پر ہے جس طرح اس کی ذات کو لائق ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ

کہ ہم اپنی آواز کو اسی قدر بلند کرنے کی کوشش کریں، اس محدود سوچ اور فکری الجھن کے جواب میں فرمایا گیا کہ میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں کہ میں ان سے کتنا دور ہوں؟ اے نبی! آپ ان کو اطمینان اور یقین دلائیں کہ میں اپنے اقتدار اور اختیار، علم و آگہی اور فضل و کرم کے لحاظ سے ہر وقت اپنے بندوں کے قریب ہوا کرتا ہوں۔ میری رفاقت اس قدر قریب اور دائمی ہے کہ میں انسان کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہوں، یہاں تک کہ انسان کے دل میں پیدا ہونے والے جذبات اور اس کے ذہن میں ابھرنے والے خیالات سے ہر لمحہ آگاہ رہتا ہوں:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [البقرہ: ۱۸۶]

”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھتے ہیں انہیں بتائیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، لوگوں کو بھی چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔“

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ اقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ [ق: ۱۶]

”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو جانتے ہیں ہم اس کے اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“

﴿وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ [الملک: ۱۳]

”تم چپکے سے بات کرو یا اونچی آواز سے کرو۔ اللہ کے لیے برابر ہے کیونکہ وہ دلوں کا حال جانتا ہے۔“

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَاقِعُهُمْ



اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَبْعٍ وَهُوَ  
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿البقرہ: ۲۹﴾

”اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین اور اس کی  
تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر آسمان کا ارادہ فرمایا تو ان کو ٹھیک  
ٹھیک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“  
﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ [طہ: ۵]

”وہ الرحمن عرش پر مستوی ہے۔“

مشرکین مکہ کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا کائنات کا نظام  
نہیں چلا سکتا اس لیے اس نے کچھ اختیارات بعض بزرگوں  
کو دے رکھے ہیں:

﴿وَعَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكُفْرُونَ  
هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ۝ أَجْعَلُ الْآلِهَةَ آلِهَةً وَاحِدًا إِنَّ هَذَا  
لَشَيْءٌ عَجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا  
وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ۝ مَا  
سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْأَوَّلَةِ الْأَخِيرَةِ إِنَّ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ﴾

[ص: ۷ تا ۴]

”ان لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ انہی میں سے  
ایک ڈرانے والا آ گیا ہے۔ کافر کہنے لگے کہ یہ ساحر ہے  
اور بڑا جھوٹا ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کی جگہ بس  
ایک ہی معبود بنا لیا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ قوم  
کے سردار یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ لوگوں کو  
سمجھاؤ کہ اپنے معبودوں پر قائم رہو یہ بات تو کسی اور ہی  
مقصد کے لیے کہی جا رہی ہے۔ ہم نے یہ بات پہلے زمانہ  
میں کسی سے نہیں سنی یہ تو ایک بناوٹی بات ہے۔“

اسی لیے مشرکین مکہ حج اور عمرہ کے دوران تلبیہ میں ان الفاظ کا  
اضافہ کرتے تھے:

((لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ  
تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكٌ))

(رواہ مسلم: کتاب الحج، باب التلبیة)

”میں حاضر ہوں! اللہ تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس  
شریک کے جس کو تو نے اختیار دیا ہے اور وہ کسی چیز کا  
مالک نہیں۔“

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی توحید کا معاملہ ہے یہ عقیدہ ان کے لیے  
اس لیے تعجب کا باعث تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے ہر مشکل  
اور ضرورت کے لیے الگ الگ خدا بنارکھے ہیں اتنے خداؤں کے  
باوجود ہماری حاجات اور ضروریات پوری نہیں ہوتیں اور انفرادی  
اور اجتماعی مشکلات کا مداوا نظر نہیں آتا تو ایک الہ ہماری مشکلات  
کس طرح حل کر سکتا ہے؟ یہ عجب عقیدہ ہے جس کی یہ رسول دعوت  
دیتا ہے۔

اس دعوت کی مخالفت میں انہوں نے یہ بات طے کی کہ ہر قبیلے  
کا سردار اپنے قبیلے کے لوگوں کو سمجھائے کہ لوگو! اپنے اپنے  
خداؤں اور دیوتاؤں پر پکے رہو! اگر تم نے کسی قسم کی غفلت اور سستی  
کا مظاہرہ کیا تو یہ نبی تم پر برتری حاصل کر لے گا یہی اس کا مقصد  
ہے۔ جہاں تک اس کی دعوت کا تعلق ہے ہم نے کسی مذہب میں یہ  
بات نہیں سنی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ من گھڑت دعوت اور خود ساختہ  
عقیدہ ہے۔ مکہ والوں کی یہ بات بھی پہلی دو باتوں کی طرح بے  
بنیاد تھی۔ اس لیے ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ تمہارے پاس اپنے  
عقیدے کی کوئی دلیل ہے تو اسے پیش کرو:

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا  
خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ  
إِن تُؤْنِسُوا بِيَكْتَابٍ مِّن قَبْلِ هَذَا أَوْ آثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن  
كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ [الاحقاف: ۴]

”اے نبی! ان سے فرمائیں کبھی تم نے غور کیا ہے کہ وہ جنہیں  
تم ”اللہ“ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ کہ زمین میں  
انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا  
کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو اس سے پہلے نازل شدہ کتاب  
یا تمہارے پاس کوئی علمی دلیل ہو تو اسے پیش کرو!“



يَفْعَلُونَ ﴿[يونس: ٣٤ تا ٣٦]

”فرمادیجیے کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پہلی بار مخلوق کو پیدا کرے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے فرمادیں اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوسری بار پیدا کرے گا، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟ فرمادیں کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟ فرمادیں اللہ ہی حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو ہدایت نہیں پاتا مگر یہ کہ اُسے ہدایت دے دی جائے؟ تو تمہیں کیا ہے، کیسے فیصلہ کرتے ہو؟ ان میں سے اکثر اپنے گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے۔ یقیناً حق کے مقابلے گمان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی یقیناً اللہ اچھی طرح جانتا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“

یہاں ایک دفعہ پھر باطل معبودوں کے بارے میں براہ راست پوچھا گیا ہے کہ تمہارے معبودان باطل میں سے کون ہے جس نے ابتدا میں اس کائنات کو پیدا کیا اور پھر اسے دوبارہ وجود بخشے گا؟ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں تھا اور ہمیشہ نفی میں رہے گا۔ لہذا نبی ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ بے دھڑک فرمادیں کہ اللہ ہی نے انھیں پہلی مرتبہ بغیر نمونے کے پیدا فرمایا اور وہی دوبارہ انھیں پیدا کرے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کو ان کا خالق اور دوبارہ پیدا کرنے والا مانتے ہو تو پھر کہاں بھٹکتے پھرتے ہو؟ جب پیدا کرنے والا اور تمہیں اپنے ہاں لوٹانے والا بھی ایک اللہ ہے تو پھر تمہارے معبودان باطل کہاں سے آچکے ہیں اور ان کا کیا اختیار ہے کہ جس بنا پر تم انہیں حاجت روا، مشکل کشا اور داتا و دستگیر کہتے ہو۔ مزید سوال یہ ہے کہ تمہارے معبودوں میں کوئی ہے جو تمہاری حق کی طرف راہنمائی کر سکے۔ یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ پھر، مٹی اور لکڑی کے بت ہدایت کی راہنمائی نہیں کر سکتے۔ نہ فرشتے اور جنات اور نہ ہی سورج، چاند، ستارے ہدایت کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ جہاں تک انبیاء اور اولیاء کا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بار بار ٹھوس دلائل کے ساتھ یہ حقیقت بتلائی اور سمجھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک نہیں، چاہے تو یہ کہ لوگ اپنے خالق اور مالک کی بندگی کریں اور اس کا حکم مانیں لیکن یہ حقیقت جاننے کے باوجود لوگ دوسروں کی بندگی اور غلامی کرتے ہیں، ان لوگوں کے کان کھولنے کے لیے پھر ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! ان لوگوں سے اس بات کا جواب طلب کریں کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے اور جن کی تم عبادت کرتے ہو بتاؤ! انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں کی تخلیق اور ان کے معاملات میں وہ کس کام میں شریک ہوئے ہیں؟ اگر تمہارے پاس کسی آسمانی کتاب کا کوئی ثبوت ہو یا کوئی علمی دلیل ہو تو اسے سامنے لاؤ اگر تم اپنے کفر و شرک کے بارے میں سچے ہو۔ ظاہر بات ہے کہ ان کے پاس کسی آسمانی کتاب اور کوئی عقلی اور علمی ثبوت نہیں پایا جاتا۔ کفار اور مشرکین کے باطل عقیدہ کی کلفی کھولتے ہوئے یہ بات بھی سمجھادی گئی ہے کہ دین کی بنیاد اللہ کی کتاب، نبی کی سنت اور ٹھوس علمی ثبوت پر ہے۔ اس کے سوا کسی فقیہ اور محدث کی رائے دین کی تشریح میں معاون ہو سکتی ہے مگر دین کہلوانے کی حقدا نہیں ہو سکتی۔ جہاں تک کفار سے اس سوال کا تعلق ہے کہ جن کی یہ عبادت اور غلامی کرتے ہیں انہوں نے زمین و آسمانوں میں کیا پیدا کیا ہے تو ہر مشرک اور کافر اس کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ زمین و آسمان اور ہر چیز کو صرف اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے:

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَن يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلِ اللَّهُ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَآنِي تَوَفُّكُونَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا

مشرکین مکہ سمجھتے تھے کہ فوت شدگان ”اللہ“ کے ہاں ہمارا وسیلہ ہیں:

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾ [الزمر: ۳]

”خبردار تابع داری خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ یقیناً اللہ اُن تمام باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہے۔“

مشرکین کے دو گروہ:

①..... یاد رہے کہ مشرکین کے ہمیشہ سے دو گروہ رہے ہیں۔ جو کسی نبی کا کلمہ نہیں پڑھتے ان کا عقیدہ ہے کہ چاند، سورج، ستارے اور آگ ”اللہ“ کی قدرت کا مظہر ہیں لہذا ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اس لیے ان کی حرمت اور واسطے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا زیادہ ثواب اور اقرب ہے۔

②..... جو لوگ آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں اور کسی نہ کسی نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی عبادت سے خوش ہو کر انہیں اپنی خدائی میں کچھ اختیارات تفویض کر رکھے ہیں جس کی وجہ سے ہم ان کی روحوں کے وسیلے اور حرمت سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ یہی بات بت پرست کہتے ہیں کہ ہم بتوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ بت کے تصور سے عبادت کرنے میں یکسوئی پیدا ہوتی ہے اور یہی ان لوگوں کا عقیدہ اور طریقہ ہے جو تصویرِ شیخ کے قائل اور فاعل ہیں۔ اس قسم کے بے شمار لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری سنتا نہیں اور ان بزرگوں کی رُو نہیں کرتا۔ اس مقام پر قرآن مجید اسی عقیدہ کی نفی کر رہا ہے کہ جب ان

تعلق ہے وہ اپنی زندگی میں صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں مگر کسی کو ہدایت پر گامزن نہیں کر سکتے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو ان کا تعلق دنیا سے ٹوٹ گیا اب وہ بھی کسی کی رہنمائی اور مدد نہیں کر سکتے۔ لہذا صرف ”اللہ“ ہی ہے جو ہدایت کی رہنمائی کرتا ہے اور اس پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ اب بتاؤ جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرے اس کی اتباع کرنی اور اس کا حکم ماننا چاہیے یا جو کسی کی رہنمائی کرنے کی بجائے خود رہنمائی کا محتاج ہو اس کی اتباع کرنی اور اس کا حکم ماننا چاہیے۔ ذرا سوچو کہ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ ظاہر ہے پیروی تو اس کی کرنی چاہیے جو ہدایت کی رہنمائی کرتا ہے اور ہدایت کا مالک ہے۔

درحقیقت تم محض فرسودہ خیالات، صرف سنی سنائی باتوں اور اپنے وہم و گمان کے پیچھے لگے ہوئے ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو:

﴿يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَنْبَلِكُمْ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾ [فاطر: ۱۳]

”وہ دن میں رات اور رات میں دن کو داخل کرتا ہے چاند اور سورج کو اُسی نے مسخر کر رکھا ہے ہر کوئی وقت مقرر تک چلتا جا رہا ہے، وہی اللہ تمہارا رب ہے بادشاہی اُسی کی ہے اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے پردے کے بھی مالک نہیں ہیں۔“

﴿قِطْمِيرٌ﴾ کھجور کے اس پردے کو کہا جاتا ہے جو اس کی گٹھلی کے درمیان اس کی لکیر میں پایا جاتا ہے یہ پردہ اس قدر باریک اور نازک ہوتا ہے کہ اکثر اوقات کھجور کے گودے کے ساتھ ہی چمٹا رہتا ہے اور دیکھنے والے کو دکھائی نہیں دیتا گویا کہ بہت ہی باریک اور کمزور ہوتا ہے مگر مشرک ان لوگوں کو ”اللہ“ کی خدائی میں شریک کرتے ہیں جن کے پاس اتنا بھی اختیار نہیں ہے۔

تک پہنچنے کے لیے واسطہ کی ضرورت ہے، اسی نظریے کی بدولت پادری نے جائیدادیں بنائیں لوگوں کی عزتوں پر ڈاکے ڈالے اور انسان پر انسان کی خدائی قائم کی۔ بدقسمتی سے بزرگوں کی محبت و عقیدت کے نام پر یہ عقیدہ مسلمانوں میں بھی عام کر دیا گیا اور اس کا نتیجہ نکلا کہ چند پاک باز لوگوں کو چھوڑ کر اکثر پیروں اور گدی نشینوں نے کتنی بیٹیوں کو بے آبرو کیا، سینکڑوں مربیع زمین اور کروڑوں کی جائیدادیں بنائیں۔ اجازت تو اس بات کی تھی کہ زندہ بزرگ سے دعا کروائی جاسکتی ہے لیکن مسلمانوں کی غالب اکثریت نے اس کو کاروبار بنا لیا ہے اور بزرگوں کے فوت ہونے کے بعد ان کی قبریں زیارت گاہ نہیں تجارت کے اڈے بن چکی ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ جو لوگ سالہا سال اپنے ماں باپ کی قبروں پر نہیں جاتے وہ ہزاروں روپے خرچ کر کے مزارات پر ایمان اور مال ضائع کر رہے ہیں۔

مشرکین مکہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ فوت شدگان ہماری ”اللہ“ کے حضور سفارش کرتے ہیں:

مشرکین یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ فوت شدگان کی روحیں ہمارے تراشے ہوئے بتوں میں حلول کر جاتی ہیں یعنی ان میں داخل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کرتی ہیں اس لیے وہ بتوں کے سامنے ہاتھ جوڑتے، رکوع اور سجدہ کرنے کے ساتھ ان کے حضور نذر و نیاز پیش کرتے تھے اور آج بھی بتوں کے پجاری یہی کام کرتے ہیں ان کے مقابلے میں یہودی اور عیسائی قبروں کے سامنے رکوع و سجود کرتے اور ان کے حضور نذر و نیاز پیش کرتے تھے اور کرتے ہیں اور ان کا یہ بھی خیال تھا اور ہے کہ فوت شدگان کی روحیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرتی ہیں اور ہم ان کے واسطے اور حرمت سے اپنے رب کے قریب ہو جاتے ہیں ان کے اس شرک کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے وقت ان پر پھٹکار کی تھی۔

(باقی صفحہ نمبر ۳۲ پر ملاحظہ کیجیے)

لوگوں کو صرف ایک اللہ کی بلا واسطہ عبادت کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے ہم تو انہیں صرف وسیلہ بناتے ہیں کیونکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ زندہ اور مردہ بزرگوں کے بارے میں من گھڑت کرامتیں بناتے اور سُناتے ہیں، ایسا عقیدہ اور طریقہ اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس لیے کہ یہ لوگ اپنے عقیدہ، طریقہ اور بات میں جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناشکرے ہیں قیامت کے دن ان کے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔ مشرک کو ہدایت اس لیے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ یہ شرک کو دین سمجھتا ہے اور اس پر اصرار اور تکرار کرتا ہے۔

مشرک کیوں جھوٹے ہیں؟

۱: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے اپنی خدائی میں کسی کو شریک نہیں کیا۔

✽ مشرک کہتے ہیں کہ اللہ نے زندہ اور فوت شدہ بزرگوں کو کچھ اختیارات دے رکھے ہیں۔

۲: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ صرف میری ہی عبادت کرو اور مجھ ہی سے مانگو۔

✽ مشرک نہ ”اللہ“ کی خالص عبادت کرتا ہے اور نہ ہی اس کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس سے مانگتا ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اپنے سامنے جھکنے اور صرف اپنی ذات سے مانگنے کا حکم دیا ہے۔

✽ مشرک ناشکرا ہوتا ہے وہ اللہ کا شکر گزار بننے اور صرف اس سے مانگنے کی بجائے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے اس اعتبار سے توحید شکر ہے اور شرک ناشکری ہے، توحید سچائی ہے اور شرک جھوٹ ہے۔

وسیلے کے نقصانات:

خالق و مخلوق کے درمیان وسیلے اور حرمت کے حوالے سے عیسائیوں کو گمراہ کرنے کے لیے پوپ نے یہ تصور دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ

## اکل حلال

موجب الرحیم

ان دونوں آیات میں بھی کھانے کی اجازت و حکم کے متصل بعد شیطان کی پیروی سے روکا ہے، اور معلوم ہی ہے کہ جس کھانے کا حکم ان آیات میں دیا گیا ہے وہ حلال، پاکیزہ چیزیں ہیں۔ اس کے بعد شیطان کی پیروی سے روکنے کی وجہ (واللہ اعلم) یہ ہے کہ انسان زیادہ نعمت، زیادہ آسودہ حالی سے سرکش ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ﴾ [الشوری: ۲۷]

”اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں کشادگی کر دے تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں، لیکن اللہ جتنی مقدار چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔“

بلکہ انسان کھانے کے ساتھ جب کہ کھانا خود ایک لذت ہے دوسری لذت کی اشیاء کی تگ و دو کرتا ہے، اسی لیے کھانے کی محفلوں میں رقص و سرود کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، حدیث میں موٹے پن کی مذمت بھی آئی ہے کہ زیادہ کھانا بھی شیطان کی طرف سے ہے۔

یہ بھی معلوم ہی ہے کہ حرام غذا سے جو برے اثرات پیدا ہوتے ہیں حلال سے وہ اثرات پیدا نہیں ہوتے، تو جب حلال کھا کر لوگوں میں سرکشی پیدا ہونے کا احتمال بہت زیادہ تھا کہ اللہ رب العزت نے کھانے کا حکم دینے کے ساتھ ہی شیطان کی پیروی سے منع بھی کر دیا تو حرام کھانے سے یہ احتمال کس قدر بڑھ جاتا ہوگا۔ بلکہ حرام کھانا بہ ذات خود شیطان کی پیروی ہے اور حرام غذا سے جو دین سے دوری اور شیطان کی پیروی کی صورت میں نتیجہ نکلے گا وہ ان آیات سے سمجھا جاسکتا ہے۔

حرام کھانے والوں کی حرکات و سکنات میں ان کی غذا کا اثر نظر

انسان کی عادات میں خوراک بہت اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر پاکیزہ، حلال چیزیں کھائے گا تو پاک رہے گا اور اگر نجس، حرام، درندہ صفت جانور کی غذا کھائے گا تو ویسی ہی صفات اس میں پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [المومنون: ۵۱]

”اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو بیشک جو تم کرتے ہو میں اس کو خوب جانتا ہوں۔“

پاکیزہ چیزوں کی اباحت کے بعد نیک عمل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اسی لیے کیا ہے۔ حرام غذائیں کھانے سے انسان میں برے اثرات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ [البقرہ: ۱۶۸]

”اے لوگو! زمین میں موجود چیزوں سے حلال پاک کھاؤ، اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بیشک وہ تمہارا واضح دشمن ہے۔“

مزید فرمایا:

﴿كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ [الأنعام: ۱۴۲]

”جو تمہیں اللہ نے رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، یقیناً وہ تمہارا واضح دشمن ہے۔“

امر المؤمنین بما امر به المرسلین . فقال: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾ [المؤمنون: ۵۱] وقال تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ [البقرة: ۱۷۲] ثم ذكر الرجل يطيل السفر: أشعث أغبر، يمد يديه إلى السماء يا رب يا رب، ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فأنى يستجاب لذلك .))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۱۵)

”بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، صرف پاک قبول کرتا ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے، سو ارشاد ہے: ”اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔“ اور فرمایا: ”اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے طیب چیزوں سے کھاؤ۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو دور دراز کا سفر کرتا ہے، غبار آلود، ژولیدہ مو ہے، اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلاتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، پہناوا حرام کا اور حرام سے اس کی غذا، سو اس کی دعا کہاں سے قبول کی جائے؟“

ابن رجب جامع العلوم والحکم (ص: ۲۳۰) میں لکھتے ہیں:

فی هذا الحديث إشارة إلى انه لا يقبل العمل ولا يزكو إلا بأكل الحلال، وان أكل الحرام يفسد العمل ويمنع قبوله .

”اس حدیث میں اشارہ ہے کہ عمل صرف اکل حلال کے ساتھ نمو پاتا ہے اور قبول ہوتا ہے، اور اکل حرام عمل کو خراب کرتا، قبولیت سے مانع بن جاتا ہے۔“

بعض علماء کا کہنا ہے کہ جب دعا قبول نہیں ہوتی تو باقی اعمال

آتا ہے، انسان جتنی گندگی کا تصور کر سکتا ہے اتنی گندگی انگریزوں میں نظر آ جاتی ہے۔ یہ سب جہاں اور بہت سی چیزوں کا سبب ہے وہاں اس میں غذا کی بھی بہت اہمیت ہے کیونکہ وہ سورسب سے زیادہ کھاتے ہیں۔ جنگلی لوگ خاص کر جو درندے کھاتے ہیں ان میں درندوں کی سی بے رحمی پیدا ہو جاتی ہے، درندوں کی عادات آ جاتی ہیں، جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کے چہروں پر ظلم کی سیاہی نمودار ہوتی ہے، بلکہ کم ہی ایسا ہوگا کہ حرام غذا سے پرورش پائے گئے جسم پر غذا کے اثرات نمایاں نہ ہوں۔ صاحب فراست لوگ دیکھ لیتے ہیں، ان باتوں سے بھی بڑھ کر عجیب چیز جو انسان دیکھتا ہے وہ درندوں کی حسی طور پر ماہیت اختیار کرنے کا شوق ہے۔ میری مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں پر شیر، بچھو، خنزیر، کتا وغیرہ کے ٹیٹوز بنواتے ہیں۔ مگر تعجب کی بات نہیں غذا سے ایسے اثرات ہی منبج ہوتے ہیں۔ کیا مجبوری میں حرام کھانے سے غذا کے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

ابن قیم رحمہ اللہ نے مفتاح دار السعادة (ص: ۳۱۶) میں اس مسئلے کو بیان کیا ہے کہ مجبوری کی صورت میں اگر خنزیر کھانا پڑے تو خنزیر کے اثرات انسان میں پیدا ہوں گے یا نہیں؟ دراصل یہ مسئلہ مصلحت اور مفسدت کے تعارض کا مسئلہ ہے۔ جان بچانے کی مصلحت، خنزیر کے کھانے میں جو مفسدت ہیں اس سے زیادہ اہم ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں: ایک قول تو یہ ہے کہ مصلحت کا خیال کیا گیا ہے جب کہ مفسدت باقی ہے۔

جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ خنزیر کے اثرات پیدا ہونے کی مفسدت باقی نہیں رہے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اثر پیدا ہونے کے لیے قابل محل درکار ہے، جس طرح چٹان پر تلوار کا اثر نہیں ہوتا کیونکہ محل قابل نہیں اسی طرح اضطراری حالت میں خنزیر کھانے والے میں بھی یہ اثرات پیدا نہیں ہوں گے کیونکہ محل قابل نہیں۔ اثر اسی میں پیدا ہوگا جو اپنے اختیار سے اس غذا کو استعمال کرے گا۔ (انتہی بتصرف)

عمل کی قبولیت سے اکل حلال کا تعلق:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ان الله طيب لا يقبل الا طيبا، وان الله تعالى



کیسے قبول ہوں گے۔

یوں بھی دعا کی قبولیت کو یقینی بنانے والے کئی امور اس شخص میں جمع تھے:

۱: لمبا سفر: ابوداؤد میں حدیث ہے:

ثلاث دعوات مستجابات لا شك فيهن:

دعوة المظلوم، ودعوة المسافر، ودعوة

الوالد لولده. (ابوداؤد: ۱۵۳۱)

”تین دعائیں بغیر شک و شبہ کے قبول کی گئی ہیں: مظلوم

کی دعا، مسافر کی دعا، باپ کی اولاد کے لیے دعا۔“

۲: پراگندہ ہونا: مرفوع حدیث میں مروی ہے:

رب اشعث اغبر لو اقسام على الله لا بره.

(صحیح مسلم: ۲۶۲۲)

”بہت سے غبار آلود، پراگندہ بالوں والے اگر اللہ پر قسم

ڈالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دے۔“

۳: ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھانا:

ان الله تعالى حي كريم يستحي إذا رفع

الرجل اليه يديه أن يردهما صفرا.

(ابوداؤد: ۱۴۸۸)

”بیشک اللہ تعالیٰ کریم، حیا کرنے والا ہے، جب بندہ اس

کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ حیا کرتا ہے کہ ان کو نامراد

خالی رد کر دے۔“

۴: رب کہہ کر اللہ کو مخاطب کرنا: بعض علماء نے رب کے لفظ کو اسم

اعظم کہا ہے۔ یوں بھی قرآن پاک میں اکثر دعائیں ”ربنا“

کے ساتھ ہیں۔

ابن عباس اور ابودرداء رضی اللہ عنہما سے اسم اکبر کا تعین ”رب“ مروی

ہے۔ (الحاکم: ۱۸۲، رقم: ۱۹۰۳)

۵: گڑگڑا کر دعا کرنا: یعنی بار بار یا رب یا رب کا تکرار۔ ان سب

وجوہ کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی دعا کہاں

سے قبول کی جائے گی؟

ابوعبداللہ سعید بن یزید زاہد سے مروی ہے، کہتے ہیں:

خمس خصال ينبغي للمؤمن أن يعرفها:

أحداهن معرفة الله، والثانية معرفة الحق،

والثالثة إخلاص العمل لله، والرابعة العمل

بالسنة، والخامسة أكل الحلال، فإن عرف

الله ولم يعرف الحق لم ينتفع بالمعرفة،

وإن عرف ولم يخلص العمل لله لم ينتفع

بمعرفة الله وإن عرف ولم يكن على السنة

لم ينفعه، وإن عرف ولم يكن المأكل من

حلال لم ينتفع به، وإذا كان من حلال صفاله

القلب فأبصر به أمر الدنيا والآخرة وإن كان

من شبهة اشتبهت عليه الأمور بقدر المأكل،

وإذا كان من حرام أظلم عليه أمر الدنيا

والآخرة، وإن وصفه الناس بالبصر فهو أعمى

حتى يتوب. (حلیۃ الاولیاء: ۳۱۲/۹)

”مومن کو مناسب ہے کہ وہ پانچ خصلتیں پہچانے: ۱۔ اللہ

کی معرفت، ۲۔ حق کی معرفت، ۳۔ اللہ کے لیے عمل کو

خالص کرنا، ۴۔ سنت کے مطابق عمل کرنا، ۵۔ حلال کھانا۔

اگر اللہ کو پہچان لے حق کو نہ پہچانے تو معرفت سے فائدہ

نہیں اٹھائے گا۔ اگر حق کو پہچان لے عمل کو اللہ کے لیے

خالص نہ کرے تو بھی اللہ کی معرفت سے فائدہ نہ پائے گا،

اگر اخلاص کی معرفت بھی جان جائے مگر سنت کے موافق

نہ ہو تو بھی فائدہ نہ دے گا۔ سنت کے مطابق معرفت

ہو جائے مگر کھانا حلال نہ ہو تو بھی فائدہ نہ دے گا، جب

کھانا حلال سے ہوگا تو دل صاف ہو جائے گا جس سے دنیا

اور آخرت کو دیکھ لے گا، اگر کھانے میں اشتباہ ہوا تو

کھانے میں اشتباہ کے بقدر اس پر امور بھی مشتبہ ہو جائیں



ابن رجب نے جامع العلوم والحکم (ص: ۲۳۲) میں لکھا ہے:  
”قبول سے مراد کبھی تو عمل سے راضی ہونا ہوتا ہے، کبھی  
ثواب کا حصول مراد ہوتا ہے، اور کبھی ذمے کا ساقط ہونا  
مراد ہوتا ہے۔ حرام استعمال کرنے والے سے ذمہ تو  
ساقط ہو جاتا ہے مگر پہلے دو معنوں والی قبولیت اس کے  
لیے نہیں ہوتی۔“ (انتہی ملخصاً)

یقیناً ابن رجب کی یہ بات بجا ہے، حرام استعمال کرنے والے  
کو یہ لائق نہیں کہ وہ نماز ہی چھوڑ دے روزے بھی اور باقی فرائض  
بھی۔ ہاں البتہ اس کی قبولیت کا مانع ضرور موجود ہے جو حرام کا  
استعمال ہے سو اس کو اللہ سے ڈر کر حرام ترک کرنا چاہیے، کتنا مراد  
ہے وہ شخص جو دعا کی قبولیت کا بھی مستحق نہیں۔

### معلومات داخلہ برائے سعودی یونیورسٹی

وہ حضرات جنہوں نے پچھلے پانچ سالوں میں ایف اے یا  
اس کے مساوی، یا کسی دینی مدرسے سے العالیۃ کی سند حاصل  
کی ہو اور ان کی عمر ۲۳ سال سے زائد نہ ہو، یا پچھلے پانچ سالوں  
میں بی اے کی سند حاصل کی ہو اور عمر ۳۰ سال سے زائد نہ ہو۔

رابطہ: پروفیسر ڈاکٹر رانا خالد مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی پی  
ایچ ڈی) سابق مترجم مولجہ شریفہ، مسجد نبوی، مدینہ منورہ،  
چیئر مین ادارہ اشاعت اسلام لاہور۔ رابطہ: 0306-4476055

### اہل حدیث خاتم النبیین کا نفرنس

26 مئی 2013ء بروز اتوار بعد از نماز عشاء مرکزی جامع مسجد  
مبارک اہل حدیث لاہوری گیٹ چنیوٹ میں سالانہ خاتم النبیین  
کانفرنس ہو رہی ہے جس میں خصوصی خطاب ہوگا۔ مولانا محمد یوسف  
پسروری، مولانا سیف اللہ خالد ملتانی اور دیگر علمائے کرام خطاب  
فرمائیں گے۔ (قاری عبدالرزاق ثار، خطیب مسجد ہذا)

گے۔ اور جب کھانا حرام سے ہوگا تو دنیا اور آخرت اس  
پر اندھیر ہو جائے گی، اگرچہ لوگ اس کو بینائی سے متصف  
کریں وہ اندھا ہی ہے یہاں تک کہ توبہ کرے۔“  
اس قول میں ابو عبد اللہ نے بتلایا کہ پانچ چیزیں عمل سے فائدہ  
اٹھانے کے لیے بیک وقت موجود ہونی چاہیے۔  
اسی طرح امر بالمعروف کے ترک کو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی  
قبولیت سے مانع قرار دیا ہے۔ مسند احمد بن حنبل (رقم: ۲۳۷۰۱)  
میں حذیفہ بن یمان سے مروی مرفوع حدیث میں منقول ہے۔  
آپ ﷺ نے فرمایا:

لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر  
ولتحاضن علی الخیر أو لیسحتنکم اللہ  
جمیعاً بعذاب، أو لیؤمرن علیکم شرارکم  
ثم یدعو خیارکم فلا یستجاب لکم۔

”تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو  
گے اور خیر پر ابھارو گے یا تمہیں تمام کے تمام کو اللہ ضرور  
ہلاک کر دے گا، یا تم پر تمہارے بدترینوں کو امیر بنا دے  
گا، پھر تمہارے بہتر لوگ دعا کریں گے تو تمہاری دعا  
قبول نہ کی جائے گی۔“

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے:

ثلاثة یدعون فلا یستجاب لہم: رجل کانت  
عندہ امرأة سیئة الخلق فلم یطلقها، ورجل  
کان لہ علی رجل مال فلم یشہد علیہ  
ورجل اتی سفیہا مالہ۔ (صحیحہ: ۴ / ۳۰۲)  
”ان حدیثوں کو ذکر کرنے سے مقصود دو باتیں ہیں: ۱۔ بعض  
گناہ عبادات کی قبولیت سے مانع بن جاتے ہیں۔ ۲۔ مذکورہ  
دونوں حدیثوں میں بیان کی گئی چیزوں سے کچھ اعتبار سے  
اکل حلال کی اہمیت زیادہ ہے اس لیے حرام کھانے سے دعا  
کی قبولیت میں فرق آئے زیادہ اولیٰ ہے۔“ واللہ اعلم

# اسلام کا نظام حکومت

ابن النواب، فیصل آباد

ہیں۔ پھر صفہ یونیورسٹی سے نکلنے والے علمائے کرام، محدثین عظام، ابو ہریرہ، عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کرام علاقوں کی گورنریاں سنبھالتے ہیں۔ امور سلطنت میں اسلام کی روشن تعلیمات کے مطابق خلیفہ وقت کا ہاتھ بٹاتے نظر آتے ہیں۔ لہذا یہ بات خود از خود عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام ہر دور میں ہر قسم کے حالات میں ہر طرح کے افراد کی راہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

موجودہ جمہوری حالات میں ہمارے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اسلام ہمیں کون سا طرز حکمرانی اور انداز سیاست فراہم کرتا ہے؟ آج جب کہ جمہوریت کے علاوہ اور کوئی نظام پختہ نظر نہیں آ رہا ہے تو کیا آج کے دور کی ضرورت جمہوری نظام ہی ہے؟ کیا خلافت راشدہ کا اعادہ آج بھی ممکن ہے؟ اور کیا وہ اس جمہوری تگ و دو سے ہی وجود میں آئے گی یا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا پڑے گا؟

ان سوالوں کے جواب کے لیے سب سے پہلے ہم اسلامی طرز سیاست، انداز حکمرانی اور جمہوری طرز حکمرانی کا جائزہ لیتے ہیں پھر احیائے خلافت کے طریق پر غور کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

اسلامی طرز امارت:

اسلام نے خلافت و امارت کی جو حدود متعین کی ہیں جو اصول واضح کیے ہیں قرآن و سنت کی روشنی میں ہم اس پر مختصر روشنی ڈالتے ہیں:

۱: اسلامی امارت صاحب ایمان شخص کے سپرد کی جانی چاہیے کیونکہ اللہ کا ایسے ہی بندوں سے وعدہ ہے کہ وہ انھیں خلافت عطا کرے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

فطرت سے ہم آہنگ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ افراد کے حقیر مسائل سے لے کر معاشروں، مملکتوں کے عظیم مسائل کا حال تک اس میں پنہاں ہے۔ زمانے کی رفتار کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا اس کی جدتوں کا ساتھ دینا اسی کا خاصہ ہے۔ یہ اپنے معتقدین کو دین و دنیا کے کسی میدان میں تشنگی محسوس نہیں ہونے دیتا۔ دنیا کے ریگزاروں میں کیٹ سٹیونز یورپ کے چوٹی کے گلوکار اس کے دامن فراخ میں پناہ لے کر عافیت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ دانش افرونگ میں مغز ماری کر کے اس میں سے راہ عمل کے نشان ڈھونڈنے والے اگر اپنی تگ و دو کا عشرِ عشر بھی تعلیمات اسلامیہ سے اپنے مسائل کے حل کشید کرنے کے لیے صرف کریں تو انھیں گمراہ قوموں کی نقالی میں اپنے مذہب کو ملفوف الفاظ میں دشنام نہ دینا پڑے۔ ان کوتاہ فکر اور غلط سمت کوشاں لوگوں کی ایک عمومی سوچ یہ ہے کہ اسلام کو صرف ذاتی زندگی تک محدود رکھا جائے۔ کاروبار زندگی جو اجتماعیت سے متعلق ہے اس کے ساتھ مذہب اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ حقیقتاً یہ سراسر اسلام سے نا آشنائی ہے۔ اسلام تو انسان کو سیاست کے اصول و مبادی سکھاتا ہے بلکہ یہ تو انسانیت کے لیے نمونہ بھی اس ذات کو بناتا ہے جو صرف مذہبی نہیں بلکہ دنیوی زندگی میں بھی لوگوں کی سیادت کرتی نظر آتی ہے اور ذات اپنے عمل سے واضح کرتی ہے کہ سیادت مذہبی ہو یا دنیوی قیادت تمھارے لیے یہی میرے والی راہ ہی باعث نجات ہے۔

آپ کے جانثاروں میں نظر دوڑائیں تو سب سے آگے نظر آنے والے آپ کے پیروکار ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانانِ عالم کی دونوں میدانوں میں قیادت کرتے نظر آتے

فمن أراد أن يفرق أمر هذه الأمة وهي جميع فاضربوا بالسيف كائنا من كان .

(صحیح مسلم: ۵۹)

”سو جو اس امت میں تفریق کا ارادہ کرے اس حال میں کہ ان کا معاملہ مجتمع ہو تو اسے تلوار دے مارو چاہے جو کوئی بھی ہو۔“

بلکہ قرآن نے تو منتشر مسلمانوں کو بھی صراطِ مستقیم پر اکٹھا ہونے کی دعوت دی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

[آل عمران: ۱۰۳]

”اور تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں مت بٹو۔“

۶: نظامِ خلافت و امارت میں عہدے امیر بانٹتا ہے جو کہ کسی طلب گار اور حریص کو دینا جائز نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْأَخْرَجُكَ نَجَعَلَهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾ [الفصص: ۸۳]

”یہ آخرت والا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو زمین میں برائی و فساد کے متلاشی نہیں ہیں۔“

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بھائی جب عہدہ مانگتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں:

إننا والله لا نولى هذا العمل أحدا سألناه ولا أحدا حرص عليه . (صحیح بخاری: ۷۱۴۹،

صحیح مسلم: ۱۴-۱۷۳۳)

”بلاشبہ ہم اللہ کی قسم یہ منصب کسی مانگنے والے یا اس کی لالچ رکھنے والے کو نہیں دیتے۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں جو جتنی زیادہ ان عہدوں سے نفرت کرتا ہے آپ اسے اتنا ہی بہتر قرار دیتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۸۸)

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ [النور: ۵۵]

”اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے عملِ صالح کیے کہ وہ انھیں ضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی تھی۔“

خلفائے راشدین کے اندازِ چناؤ میں بھی آپ کو یہی بات نظر آئے گی۔

۲: امیر کے اندر اس منصب پر فائز ہونے کی اہلیت موجود ہونی چاہیے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾

[النساء: ۵۸]

”یقیناً اللہ تمہیں حکم کرتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔“

۳: سبھی معاملات باہم مشورے سے طے پائیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ [الشورى: ۳۸]

”اور ان کے معاملے باہم مشورے سے طے پاتے ہیں۔“

۴: برائی کے کاموں میں امیر کی اطاعت نہیں کی۔ آپ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لا طاعة في معصية انما الطاعة في المعروف .

”برائی میں نہیں اطاعت تو فقط نیکی کے کاموں میں ہے۔“

۵: مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا کرنے کی قطعی اجازت نہیں۔ حدیث میں آتا ہے:

إذا بويع لخليفتين فاقتلوا الآخر منهما .

(صحیح مسلم: ۶۱-۱۸۵۳)

”جب دو خلفاء کی بیعت کر لی جائے تو بعد والے کو ان دونوں میں سے قتل کر ڈالو۔“

دوسری جگہ ہے:

۷: حکمران، امیر عادل ہونا چاہیے۔ قرآن میں ہے:

﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾ [الشوری: ۱۵]

”مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان عدل سے کام لوں۔“  
صحیح بخاری میں آتا ہے کہ عادل حکمران روزِ قیامت عرش کے سایے میں ہوگا۔

۸: امیر رعایا کو دھوکا نہ دے۔ حدیث میں ہے مسلمانوں میں سے جو کوئی رعایا کا والی، حکمران بنتا ہے پھر موت کے وقت اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہوتا ہے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری: ۱۵۱، صحیح مسلم: ۲۲-۱۳۲)

۹: اسلام میں عورت کی حکمرانی کو مستحسن نہیں سمجھا گیا۔ ایرانی حکمرانوں کی نسل سے جب کوئی باگ ڈور سنبھالنے کے قابل نظر نہیں آتا تو کسریٰ کے خاندان سے ایک عورت ”پوران دخت“ کو یزدگرد کے باصلاحیت ہونے تک تخت پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کو پتا چلتا ہے تو ارشاد فرماتے ہیں:

لن یلفح قوم ولوا أمرهم امرأة.

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۴۲۵)

”وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جنہوں نے کسی عورت کو اپنا والی (حکمران) بنا لیا۔“

۱۰: امیر بھلائیوں کو فروغ دینے والا اور برائیوں کے آگے بند باندھنے والا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

[الحج: ۴۱]

”وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں ٹھکانہ دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم اور برائی سے منع کریں۔“

جمہوری طرزِ حکومت:

جمہوریت کی تعریف یوں کی جاتی ہے: ”لوگوں کی حکومت

لوگوں کے ذریعے لوگوں پر۔“ اس میں ایک امیدوار اپنے آپ کو عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ عوام کی اکثریت دوسروں کے مقابلے میں اگر اس کی طرف داری کر دیتی ہے تو یہ منتخب ہو کر پارلیمنٹ کا ممبر بن جاتا ہے یہ ان کا حکمران اور عوام اس کی رعایا قرار پائے گی۔

تقابل:

اگر ہم حکمرانی کی دونوں طرزوں کا تقابل کریں تو ہمیں دونوں میں بہت سا تضاد نظر آئے گا۔ اسلام کے طرزِ حکمرانی کی بہت سی شقیں اس جمہوری نظام میں مفقود نظر آئیں گی، مثلاً: اسلام کے طرزِ امارت کی پہلی شق کہ امیر، خلیفہ ایمان و عمل صالح کی بلندیوں پر فائز ہو۔ جمہوریت میں یہ بات مفقود ہے۔

دوسری شق بھی ملحوظ نہیں رکھی جاتی۔

تیسری شق مشورے والی جمہوریت میں پائی جاتی ہے لیکن مشورے کا جو اسلامی تصور ہے کہ امیر مشورے میں بااختیار ہے کہ جمہور کی مان لے یا اقلیت کی یا سب کی ٹھکرا کر خود فیصلہ کر لے لیکن جمہوریت میں جمہور کو مد نظر رکھنا لازم ہے۔

چوتھی شق کسی حد تک تسلیم کی جاسکتی ہے۔

پانچویں شق جمہوری نظام بالکل ناقابلِ قبول ہے جس قدر اسلام اتفاق پر زور دیتا ہے جمہوریت کا اسی قدر افتراق و انتشار پر اعتماد ہے اگر پارٹی بازی نہ ہو تو جمہوریت کا پنپنا محال ہے۔

چھٹی شق جمہوریت میں اعتماد ہی بالکل اس کے متضاد رویے پر ہے۔ اس میں تو امیدوار خود اپنے آپ کو پیش ہی نہیں کرتا بلکہ مرتبہ حاصل کرنے کی اپنے تئیں پوری جدوجہد کرتا ہے۔

ساتویں شق جمہوری طور پر منتخب شخص کے لیے اپنے سپورٹروں کا خیال نہ کرنا یہ بالکل ناممکن ہے۔ اس لیے یہ انتہائی مشکل کام ہے کہ ممبر عدل کے معیار کو قائم رکھ سکے۔

آٹھویں شق دھوکا دہی کا تو یہ حال ہے کہ لوگوں نے جھوٹ کا دوسرا نام سیاسی بیان رکھ لیا ہے۔ بہر حال جمہوریت میں اس دھوکے

جب ایک سپر پاور پٹ رہی تھی تو اس وقت اسلام کے نام لیواؤں کے لیے نظام خلافت، نظام امارت کس قدر اجنبی بن چکا تھا، اس سے پہلے لوگ سوشلزم کو اسلام کا سابقہ لگا کر اسلامی نظام کے طور پر پیش کر رہے تھے اور آج جمہوری تہذیب کے غلبے کے دور میں جمہوریت کے ساتھ اسلام کا سابقہ لگا کر اسے مشرف بہ اسلام کر لیا گیا ہے۔ لیکن عنقریب اس نظام کے موجد دنیا سے اپنی بساط لیٹ کے چل دیں گے اور نبی ﷺ کے فرامین کے مطابق ایک دفعہ پھر دور خلافت پلٹ کر آئے گا، ہمیں اس منظر کو جلد بپا کرنے کی کوششوں میں حصہ دار بننا ہے یہ نہ ہو کہ ہم اسی نظام کو سہارا دیتے رہ جائیں اور بازی کوئی اور لے جائے۔ وفقنا اللہ۔



### بقیہ: بچے کی پیدائش

”اللہ تجھے اس عطیہ میں برکت دے، تجھے دینے والے (اللہ) کی شکرگزاری کی توفیق دے، بچے کو جوانی دکھائے اور اسے تیرا فرماں بردار بنائے۔“

بچے کی پیدائش کے بعد مذکورہ بالا کام کرنا اسلامی طرز معاشرت کا ایک حصہ ہیں جب کہ والدین تاحیات بچے کے بارے میں ذمہ دار ہیں۔ ننھا مولودان کے پاس ایک امانت ہے اس امانت کا تحفظ، تربیت اور تہذیب و پرداخت کا تقاضا ہے کہ والدین اپنے فرائض اور احساس مسئولیت سے لمحہ بھر بھی غافل نہ ہوں۔

یاد رہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے کہ دونوں ہی اللہ کی عطا کردہ نعمت ہیں۔ لڑکی کی پیدائش پر مبارک باد نہ دینا یا غم و غصے کا اظہار کرنا کافروں اور ہندوؤں کا کام ہے۔ مسلمان کے لیے لڑکی کی پیدائش پر غم و غصے کا اظہار کرنا اللہ کے غصے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ بیدہ اللہ التوفیق۔



دُریب سے اجتناب ممکن ہے۔ بہر حال کام مشکل ہے۔ نویں شق جمہوریت کے دلدادہ لوگ ان کے لیے یہ شق ناقابل قبول ہے خصوصاً جب انھوں نے آزادی نسواں کا ایک ہوا کھڑا کیا ہوا ہے تب یہ اور مشکل ہو جاتا ہے۔ دسویں شق اسے بھی ایک جمہوری حکمران انجام دے سکتا ہے لیکن مانع یہ ہے کہ جمہور عوام کا مطمع نظر دین بیزاری ہی رہا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ تَطِيعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾

[الأنعام: ۱۱۶]

”اور اگر تو زمین والوں میں سے اکثر کی پیروی کرے گا تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے وہ تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور وہ تو صرف اٹکل پچو لگاتے ہیں۔“ سورہ یونس (آیت: ۶۰) میں بھی اللہ اس موضوع کو ایک دوسرے انداز میں بیان کرتے ہیں اور اکثریت کو ناشکر اقرار دیتے ہیں۔ لہذا جمہوریت کے ذریعے آگے آنے والے اس شق سے عہدہ برا ہونا ان کے لیے کارنا دار ہے۔

### عمل کی راہ:

تقابل کرنے سے ان دونوں نظاموں کی مغایرت روز روشن کی طرح واضح ہو کے سامنے آ جاتی ہے۔ لہذا اس دور میں راہ عمل ڈھونڈنے والے شخص کی اگر دو ٹوک راہنمائی کرنی ہو تو اس کے لیے یہی مشورہ ہے کہ سیرت نبوی کو غور سے پڑھے۔ جس طرح قرآن ہر دور کے لیے راہ ہدایت ہے ایسے ہی سیرت بھی ہر دور میں قابل عمل ہے۔ اگر ہم بھی مسلمان کو نظام اسلام سے متعارف کروانے کی بجائے ان پراگندہ راہوں کے راہی بن جائیں گے تو منزل نگاہوں سے مزید اوجھل ہو جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ آج اسلام کے دلاوروں نے منزل کو اپنے خون کی قربانی دے کر مزید واضح کر دیا ہے۔ ۸۰ء کی دہائی میں



## بچے کی پیدائش اور فوری طور پر کرنے کا کام

ام عبدمنیب

اس معصوم مہمان کی آمد پر جو استقبالیہ نقوش ملتے ہیں، ان کو اپنانے سے جذبہ ایمانی میں اضافہ، شکرِ نعمت، بچے اور والدین میں محبت، دیگر رشتوں میں اخوت و احترام، بچے کی جسمانی و نفسیاتی صحت کا تحفظ اور گھر میں خیر و برکت جیسے عظیم فوائد حاصل ہوتے ہیں..... آئیے ان نقوش کو ایک بار تازہ کر لیں۔

تقریب نکاح کے بعد دعا:

تقریب نکاح کے بعد والدین اللہ تعالیٰ سے صلوة اور دعا کے ذریعے مسلسل رابطہ رکھیں۔ بارگاہِ صمد میں ایسے دعا کریں جیسے زکریا علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے حصولِ اولاد کے لیے دعائیں کیں، زکریا علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ [آل عمران: ۳۸]

”اے رب مجھے اپنی جناب سے صالح اولاد عطا فرما تو بے شک دعا سننے والا ہے۔“

جب دونوں بچے جیسی اہم نعمت کے حصول کے مقصد کے لیے جمع ہوں تو رحمۃ اللعالمین ﷺ کی فرمودہ یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا. (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۳۸۸، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۴۳۴)

”اللہ کے نام سے اے اللہ دور رکھ ہم کو شیطان سے اور دور رکھ شیطان کو اس چیز سے جو تو ہمیں عطا فرمائے۔“

سفر پیدائش کے دوران:

اب ماں کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داری سے آگاہی حاصل کرے،

گلاب کی طرح نرم و نازک، کلی کی طرح معصوم، پیر بہوٹی سے زیادہ حسین، تقریب نکاح کا ثمر شیریں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ عزیز ترین رشتہ، ”بچہ“ ایک خاص عطیہ ربانی ہے۔ ایک گراں بہا نعمت ہے۔ یہ والدین کے گھر قدم رکھنے والا ایک ایسا مہمان خصوصی ہے جس کا بدل کوئی نہیں۔

اس اہم مہمان کی آمد کی اطلاع اور سفرِ دنیا کا عرصہ اس قدر ہوتا ہے کہ ماں اور باپ بآسانی، سوچ سمجھ کر..... اس سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔

مہمان جتنا اہم ہو اس کے استقبال اور خاطر و مدارت کی تیاری بھی اتنی ہی اہم ہوتی ہے۔ کچھ تیاریاں معاشرے کے رسم و رواج کے مطابق..... کچھ مذہبی اقدار کے مطابق..... اور کچھ آنے والے مہمان کی ضرورت اور پسند کو مد نظر رکھ کر ترتیب دی جاتی ہیں۔

ننھا مولود اس دنیا میں ایک طویل سفر کر کے آتا ہے، یہ سفر اس کے لیے مشکل ہے یا آسان، وہ خود بتانے سے قاصر ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ اس سفر میں جس موسم..... جس سواری..... اور جس ماحول سے گزر کر آتا ہے اس میں اس کی ممتا کو بہت تکلیف اٹھانا پڑتی ہے..... اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

﴿حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصْلُہُ فِي عَامَتَيْنِ﴾

[لقمان: ۱۴]

”اس کی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوریوں میں اٹھایا اور دو سال تک دودھ پلایا۔“

تہذیبِ معروف کے معلم، تمدنِ امن و فلاح کے ناشر، حسن معاشرت کے نقیب، رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے.....



اذان بچے کے کان میں دی جانے والی سب سے پہلی لوری ہے، جو سنانے کی بجائے ایمان و عمل کو جگانے کا پیغام دیتی ہے۔ ننھے مولود کے استقبال کے بعد اسے اذان سنانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جس طرح اذان دے کر صلوٰۃ کی ادائیگی کی تیاری شروع کر دی جاتی ہے اسی طرح عمر بھر یہ اللہ کا بندہ اس کی اطاعت پر لبیک کہنے کے لیے تیار رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم یہ ہے:

”جب صلوٰۃ کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان بدحواس ہو کر بھاگتا ہے۔ وہ اذان کے کلمات نہیں سنتا۔“

(مشکوٰۃ باب الاذان)

رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اذان کہنے سے شیطان کو بچے پر تصرف کا موقع نہیں ملتا اور اس کے کان میں کچھ پھونکنے سے پہلے ہی اللہ کی تکبیر اور صلوٰۃ و فلاح کی آواز پہنچ جاتی ہے۔ گڑھتی یا تحنیک:

تحنیک وہ سب سے پہلی خوراک ہے جو ننھے منے مہمان کی آمد کے بعد اسے پیش کی جاتی ہے۔ لہذا اس کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے۔ تحنیک کو پنجابی میں گڑھتی کہتے ہیں کیوں کہ اس علاقے کی روایت کے مطابق عموماً کسی میٹھی چیز یا گڑ کے ساتھ گڑھتی دی جاتی ہے، تحنیک کا رواج ہر معاشرے میں موجود رہا ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا کرتے۔ آپ ﷺ ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کرتے اور تحنیک فرماتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الآداب) سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ہجرت کے بعد قبا آئیں تو ان کے ہاں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ کہتی ہیں میں نے بچے کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے اسے آپ ﷺ کی گود میں دیا۔ آپ ﷺ نے چھوہا رہ مگلوایا۔ اس کو چبا کر نرم کیا اور اپنے منہ کا لعاب اس کے منہ میں ڈالا پھر چھوہا رہ اس کے تالو پر مل دیا۔ اس کے لیے برکت

جس طرح اس کے جسم میں ایک پاکیزہ، معصوم، حسین و خوب صورت جسم نمو پا رہا ہے، اسی طرح اس کی سوچ اور تصورات کا پاکیزہ رہنا ضروری ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بے ہودہ و لغو سماعت (گانے، پھلکڑ بازی، المیہ گیتوں اور رومانوی ڈراموں) بے ہودہ مطالعے (رومانی، جنسی، الحادی) بے ہودہ مناظر (کارٹون، ڈرامے، غم انگیز مناظر) بے ہودہ گفتگو (گالی، جھگڑا، غیبت، چغلی، دل آزارانہ الفاظ) سے اپنے آپ کو بچائے، تاکہ معصوم و نازک بدن بچے کی سوچ اور صحت پاکیزہ اور تندرست رہے۔

ننھے مہمان کے باپ کا فرض ہے کہ وہ ماں کے جذبات اور ماں کی صحت کو سکون مہیا کرے، انتشار سے بچائے تاکہ بچے کی جسمانی اور نفسیاتی تندرستی برقرار رہے۔

بچے کی ولادت کے لیے جس لیڈی ڈاکٹر، نرس، دایہ وغیرہ کا انتخاب کیا جائے، کوشش کریں کہ باعمل مسلمان ہو۔ دنیا میں ورود کے بعد:

لڑکا ہو یا لڑکی اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے اپنی نعمت سے نوازا۔ بچے کو نہلا لیں تاکہ اس کا جسم جس ماحول سے گزر کر آیا ہے اس کے آثار سے صاف ہو جائے۔

کان میں اذان:

اس کے بعد اس کے کان میں اذان کہنے کا اہتمام کریں۔ جامع ترمذی اور ابوداؤد میں ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو (اپنے نواسے) حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز والی اذان کہتے ہوئے دیکھا جب (آپ کی بیٹی کے ہاں) ان کی ولادت ہوئی۔“

(ابوداؤد: ۵۱۰۵، ترمذی، حسن)

ہمارے یہاں امام مسجد سے اذان کہلوانے کا رواج ہے۔ یہ قطعاً ضروری نہیں، جو صاحب بھی موجود ہوں اذان کہہ سکتے ہیں البتہ اذان کے مفہوم سے واقف ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر باعمل متقی مسلمان ہوں تو سبحان اللہ!

کی دعا کی۔ یہ پہلا بچہ تھا جو مہاجرین کے ہاں پیدا ہوا۔  
(بخاری: ۵۴۷۰-۵۴۷۱، مسلم: ۲۱۴۳)

رسول اللہ ﷺ کھجور سے تحنیک کرنا پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کے درخت کو مومن سے تشبیہ دی ہے۔ اس لیے یہ خیر و برکت کی چیز ہے، اگر کھجور نہ ہو تو شہد یا کسی دوسری چیز سے بھی تحنیک کی جاسکتی ہے۔

عقیقہ:

نئے مہمان کی آمد کی خوشی میں یہ ایک تقریب ہے، جاہلیت میں بھی اس کا رواج تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے باقی رکھا۔ چنانچہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”جاہلیت میں ہم لوگوں کا دستور تھا کہ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ بکری یا بکرا ذبح کرتا اور اس کے خون سے بچے کا سر رنگ دیتا، جب اسلام آیا تو (رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق) ہمارا یہ رواج ہو گیا کہ ہم ساتویں دن عقیقہ کے لیے بکری یا بکرا ذبح کرتے اور بچے کا سر منڈا کر اس کے سر پر زعفران مل دیتے۔“ (سنن ابی داؤد: ۲۸۴۳)

ام کرز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ عقیقہ کا جانور نہ ہو یا مادہ۔ (سنن نسائی، جامع ترمذی، ابوداؤد: ۲۸۳۸)

سر منڈانا:

سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بچے کے ساتھ عقیقہ ہے لہذا بچے کی طرف سے قربانی کی جائے اور اس کا سر صاف کرا دو۔

(ابوداؤد: ۲۸۳۲)

ساتویں دن بچے کا سر منڈانا چاہیے۔

بالوں کے ہم وزن چاندی کا صدقہ:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

”اس کا سر صاف کرا دو اور بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ دے دو۔ ہم نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھے۔“ (جامع ترمذی: ۱۵۱۹ احسن حدیث)

نام رکھنا:

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے جانور کے عوض رہن ہوتا ہے جو ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اس کا سر منڈایا جائے اور نام رکھا جائے۔

(ابوداؤد: ۲۸۳۷-۲۸۳۸، ترمذی: ۱۵۲۲-۱۵۲۳، نسائی: ۴۲۲۵-۴۲۲۶، ابن ماجہ: ۳۱۶۵)

لہذا ساتویں دن بچے کی طرف سے عقیقہ کرنا..... اس کا سر منڈانا..... اس کے سر کے بالوں برابر چاندی صدقہ کرنا..... اور نام رکھنا چاہیے۔

فطرانہ:

بچے کی پیدائش کے فوراً بعد ہی اگر عید الفطر یا صلوٰۃ الفطر کا وقت آجائے تو اس کی طرف سے اتنا ہی فطرانہ ادا کیا جائے جتنا ایک بڑے فرد کی طرف سے۔

ختنہ:

اگر لڑکا ہے تو بلوغ سے قبل کسی بھی وقت ختنہ کرنا انتہائی ضروری ہے۔

مبارک باد دینا:

بچہ چونکہ دنیا کے رشتوں میں سے سب سے اہم اور بقائے نسل کا مظہر ہے، والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہے لہذا اس گراں بہا نعمت کے حاصل ہونے پر والدین کو مبارک باد پیش کرنا۔ ایک مسلم معاشرے کی مستحکم اور خوش کن روایت ہے۔ امام نووی نے کتاب الاذکار میں مبارک باد کے لیے یہ لفظ نقل کیے ہیں جو حسین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سکھائے تھے۔

بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي الْمَوْهُوبِ لَكَ وَ شَكَرْتَ

الْوَاهِبَ وَبَلَغَ أَشُدَّهُ، وَرَزَقْتَ بَرَّهُ.

(باقی صفحہ نمبر ۲۳ پر ملاحظہ کیجیے)

## مولانا احمد ملاح رحمہ اللہ صاحب نور القرآن اور فاتح لواری

پروفیسر مولانا بخش محمدی

موالات میں بھی حصہ لیا۔ اس کے علاوہ آپ کی انقلابی روح تحریک ریشی رومال، تحریک منزل گاہ اور خاکسار تحریک میں بھی دامن درمے سخی معاونت کرتے رہے۔

اُس زمانہ میں بدین ابھی ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ رئیس محمد اشرف تھیبو، میر بندے علی خان، غلام علی خان تالپور، علاقے بھر میں انتہائی با اثر شمار ہوتی تھیں۔ اُس زمانہ میں بدین کا ”ناگنی شاہ“ نامی مہمان خانہ بھی مشہور و معروف تھا۔ علاوہ ازیں لاڑ خطہ کے ”تھیبے“ بڑے مہمان نواز سخی و مخیر انسان شمار ہوتے تھے۔ جنہوں نے اپنے قائم کردہ مدرسہ میں بہترین تعلیم کے ساتھ طعام و قیام کا بھی اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا۔ یہ ادارہ گھڑ و زرد پ شریف میں واقع تھا۔ جہاں مولانا احمد ملاح کے استاد محترم مولانا خیر محمد مکی رحمہ اللہ جیسے جید عالم و فاضل سے مولانا محمد عثمان قرآنی و لہٹ والے، مولانا عبدالحی نوحانی کنگھورو شاخ والے، مولانا محمد سلیمان کے علاوہ اسلامی صحافت کے روح رواں روزانہ ”الوحید“ کے ایڈیٹر مولانا خیر محمد نظاماتی جیسی عبقری شخصیات نے بھی مولانا احمد ملاح رحمہ اللہ کے ساتھ اکتساب علم کیا تھا۔

بہر حال بدین تشریف لانے کے بعد مولوی احمد ملاح نے بدین میں ایک اور دینی دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھا جس کا نام ”مدرسہ مظہر العلوم“ رکھا۔ یہ نام مولانا احمد ملاح کو اتنا پسند تھا کہ جب ارباب حاجی اللہ جڑیو نے رحمان آباد نزد نوکوٹ میں ایک مثالی دینی ادارہ قائم کیا تو اُس کا نام بھی مولانا احمد ملاح رحمہ اللہ نے ”مظہر العلوم“ ہی تجویز کیا۔ ایک جانب مدرسہ مظہر العلوم میں تعلیم کا سلسلہ شروع

مولوی احمد ملاح بن ناگیو ملاح کی پیدائش گوٹھ کنڈ و سندھ میں تاریخی مقام روپا ہاڑی کے مشرقی جانب تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ایک غریب گھرانے میں ۱۸۷۷ء میں ہوئی۔

صرف چار سال کی عمر عزیز میں والد گرامی کا انتقال ہو گیا، داغ یتیمی کے بعد مال مویشی سنبھالنا اور مزدوری شروع کر دی جس کے بعد گیارہ برس کی عمر میں ابتدائی تعلیم مولوی عبداللہ مندھرو کے ہاں قرآن عظیم حاصل کرنے کے بعد مولوی محمد ہاشم سے آپ نے ابتدائی فارسی کتب اور عربی کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ مزید حصول تعلیم کی غرض سے بمقام ”درگاہ شاہ قادری“ میں مولانا محمد اکرم گوپانگ سے بھی علمی استفادہ حاصل کیا۔ پھر درس نظامی کی آخری کتب پڑھنے کی غرض سے سجاد کے مشہور ”مدرسہ ہاشمیہ“ تشریف لے گئے جہاں سے تکمیل تعلیم کے بعد باقاعدہ دستار بندی گوٹھ ”گھڑو“ کے مدرسہ سے حاجی عبداللہ تھیبو کے قائم کردہ دینی ادارے میں مولانا خیر محمد خضریٰ (متوفی ۱۹۱۵) سے تقریباً ۱۸۸۵ء میں دستار بندی حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد سب سے قبل اپنے ہی گاؤں میں قرآن حکیم اور ابتدائی اسلامی تعلیم کے لیے دینی مدرسہ قائم کیا تاکہ عوام الناس استفادہ حاصل کر سکیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مولوی احمد ملاح رحمہ اللہ کو بے پناہ صلاحیتوں سے سرفراز کیا تھا جس کے پیش نظر قرب و جوار کے لوگ جوق در جوق حصول تعلیم کی غرض سے تشریف لائے۔ لیکن چند ناگزیر وجوہات کے باعث آپ نے ”بدین شہر“ نقل مکانی اختیار کی۔ جہاں آنے کے بعد آپ نے تحریک آزادی، اور تحریک خلافت کے علاوہ تحریک

ہوا۔ دوسری طرف مولانا ملاح صاحب کے تحریکی ذہن میں بدعات و شرک کے خلاف شعلہ فزا تقاریر بے باک تحریروں کے علاوہ شرک و بدعت کے بیخ کنی کے لیے مولانا صاحب کی شاعری، جو بعد میں ”ہیکڑائی حق“ اور فتح لواری کے نام سے شائع ہوئیں۔ یہ چیزیں وہاں کے علمائے کرام کو راس نہ آئیں اور مولانا احمد ملاح سے کھلی محاذ آرائی پر اتر آئے جس سے مولانا احمد ملاح بدول ہو کر انھیں ”الوداع“ کہہ کر بادل خواستہ ”قاضیہ واہ“ پر ۱۹۳۲ء مدرسہ انوار العلوم کے نام سے ایک اور ادارہ قائم کیا جس میں مولانا عبدالغفور سیتانی کو صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ جس کے بعد اس علاقے کو ”غریب آباد“ کے نام سے موسوم کیا گیا اور کھلے عام بدعات، سیات شرک و کفر کے خلاف جہاد کرتے ہوئے کتاب و سنت کی تعلیم و تبلیغ شروع کی۔ لیکن وہاں پر بھی مولوی احمد ملاح کے انقلابی ذہن کو اُس علاقے کے گدی نشین ”پیر عالی شاہ“ کو یہ ”آواز حق“ پسند نہ آئی ایک بار پیر عالی شاہ کے مدرسہ کے صدر مدرس سے مولانا احمد ملاح نے جس حکمت و موعظت سے خیر کا کام لیا وہ بھی علیحدہ دلچسپ واقعہ ہے۔ بہر حال پیر عالی شاہ جیسے پیر کو مزید تقویت اُس وقت پہنچی جب مولوی محمد صالح گوپانگ اور مولوی محمد سعید گوپانگ جیسے علماء کی بھی تائید توثیق حاصل ہو گئی۔ یہ دونوں حضرات اپنی بدعات و خرافات کی وجہ سے ”درگاہ قادری“ پر بھی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ لہذا ایسے پر آشوب اور حوصلہ شکن ماحول میں دینِ قیم کا کام کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ جہاں ہر طرف پیروں، سیدوں، فقیروں کی درگاہیں ہوں، اہل قبور سے حاجات طلب کی جاتی رہیں اور وہاں کے علمائے سوء بھی کھلے عام شرک و بدعت کی سرپرستی کرتے نظر آتے۔ ایسے ماحول میں کام کرنا کتنا مشکل ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ ایسے میں مولوی احمد ملاح کو تائید ایزدی یہ حاصل ہوئی کہ لاڑ اور قرب و جوار سے نہڑی، ابڑا، بوہڑ، سید، مندھڑے، کھٹی وغیرہ خاندان جو اپنے علاقوں میں اثر و رسوخ کے حامل تھے وہ مولوی صاحب کے ساتھ دست و بازو بن کر کام

کرنے کو تیار ہو گئے۔ چند کے نام درج ذیل ہیں:

مولوی خیر محمد نظامانی، رئیس القوم ارباب حاجی اللہ جوڑیو، عبدالرحیم کچھی، مولانا گل محمد خاٹھیلی، مولانا عبدالوہاب لنڈ، مولوی عبدالغفور سیتانی، مولوی محمد صالح سمون، مولوی عبدالرحیم جنائی، ڈاکٹر سلطان احمد جونیجو، پوڑھو خان بھرگڑی، رئیس لکانہ ساریجو وغیرہم جیسی کثیر الجہات شخصیات شامل تھیں۔

مولوی احمد ملاح رحمہ اللہ کی تحریک توحید سے جن لوگوں کی اصلاح ہوئی اُن میں میر علی احمد تالپور، شہید اللہ بخش سومرو، میر غلام علی تالپور، میر رسول بخش تالپور، رئیس نور احمد بوہڑ کے علاوہ تھر پارکر سے فقری شیر محمد بلالائی جیسی شخصیات نمایاں تھیں۔ اس کے علاوہ مولوی احمد ملاح کے مددگار و معاون ہم جلس احباب کا حلقہ احباب بھی انتہائی وسیع تھا جن میں رئیس مسو خان چانڈیو، جمعہ خان ابڑو، محمد سومار ابڑو، سچل کھوڑو، مولانا عبدالوہاب لنڈ، مولانا آفتاب سمون بجل ٹکورو جیسی باوقار شخصیات شامل تھیں۔ اس وقت شرک و کفر رسومات جاہلیہ بدعات اور پیر پرستی کی سندھ میں جو حالت تھی اُس کا عکس ایک مضمون میں سندھ کے انشاء پرداز، عالم ادیب، شاعر اور مولانا احمد ملاح کے کلام پر پوری دسترس رکھنے والے، محترم محمد صدیق ”مرہم“ کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

لاڑ بدین کا خطہ اُس زمانہ میں قبر پرستی، پیر پرستی، ہجر و شجر پرستی میں نمایاں تھا۔ جہاں لوگ ولیوں بزرگوں اور پیروں (فقیروں) کی قبروں پر جا کر اولاد، مال و جاہ حاصل کرنے کی غرض سے چادریں چڑھایا کرتے تھے اور نذر و نیاز پیش کیا کرتے تھے بلکہ مٹی کے ڈھیروں پر بھی سجدہ ریز ہوا کرتے تھے۔ ان رسومات جاہلیہ اور عادات شرکیہ سے نجات کے لیے مولوی عبدالرحیم کچھی، مولانا احمد ملاح، مولانا خیر محمد نظامانی، محمد عثمان ڈیپلائی، پیرانو بھمبرو اور علیم درس نے آ کر جہاد کیا، ان علمائے حق کی خدمات جلیلہ کی وجہ سے ہی بت پرستی، پیر پرستی، رسومات جاہلیہ کی بیخ کنی ہوئی۔ ان علمائے عظام کے انتقال پر ملال کے بعد پھر سے جب ان رسومات بد نے

سراٹھایا تو جماعت اہل حدیث کی خدمات جلیلہ نے لوگوں کے قلوب و اذہان کو قال اللہ وقال الرسول سے منور کیا۔

(خلاصہ ادارہ پیغام احمد مجریہ ستمبر ۲۰۰۷ء، شمارہ: ۷، ص: ۹)

مولوی احمد ملاح جو مدارس اسلامیہ کی تعلیمات عالیہ سے پوری طرح واقف تھے اور آپ خداداد صلاحیتوں سے سندھی زبان کے مایہ ناز شاعر نثر نویس، ناصح، قاطع شرک و کفر بھی ثابت ہوئے۔ مولانا ملاح کے علمی مقام کی تعیین کے لیے ان کا پورے قرآن مجید کا ”نور القرآن“ کے نام سے سندھی منظوم ترجمہ شاہد ہے جو آج بھی انھیں عالمی ادب میں ممتاز مقام کا حامل بنانے کے لیے کافی ہے۔ مولانا ملاح مفکر مصلح ہونے کے ساتھ ایک مجاہد اور مثالی موجد کی بھی حیثیت رکھتے ہیں۔ مولانا کے الفاظ کی موزونیت، منظر نگاری، پاکیزگی، افکار کے ساتھ تشبیہات، استعارے محاورات نے سندھی زبان کو نئی زندگی عطا کی۔ مولوی احمد ملاح کے ہاں علمی ادبی الفاظ کا ذخیرہ لامتناہی تھا۔ ان کے قرآن حکیم کے نظم میں ترجمہ ”نور القرآن“ کو علمی حلقوں میں بے حد پذیرائی ملی۔ نور القرآن کو پہلی بار اعلیٰ کتابت و طباعت سے اعلیٰ کاغذ پر اُن کے مخلص دوست اہل خیر دین دار شخصیت ارباب حاجی جڑیو اللہ نے پہلی بار ۱۹۶۹ء میں مطبوعہ حق آفسٹ پریس کراچی سے مشتاق احمد کی عمدہ کتابت میں بڑے سائز کے ۸۰۰ صفحات میں اعلیٰ جلد چھپوا کر فی سبیل اللہ تقسیم کیا۔ جسے دیکھ کر مولانا احمد ملاح اللہ بے حد خوش ہوئے جس کے بعد عرب و عجم میں اس علمی ارمغان کو بے حد پذیرائی ملی۔ احمد داود نے داود فاؤنڈیشن، مہران، آرٹس کونسل حیدر آباد سندھیکا اکیڈمی وغیرہ نے بار بار شائع فرمایا۔ اس کے علاوہ المملکتہ السعودیہ نے حضرت صاحب السمو الملکی الامیر الولید بن طلال بن عبدالعزیز آل سعود نے ۱۴۱۵ھ میں ارباب حاجی اللہ جڑیو کے ہی نسخہ کا عکس شاندار انداز میں شائع کر کے عرب و عجم کے چپے چپے تک فی سبیل اللہ پہنچایا۔

تازہ نور القرآن پر مولانا محمد اسماعیل میمن نے پی ایچ ڈی کی

ڈگری حاصل کرنے کا بھی اعزاز حاصل کیا ہے۔ جب ”نور القرآن“ کا پہلا ایڈیشن زیر طباعت تھا تو اچانک مولوی احمد ملاح اللہ شہید علیل ہو گئے۔ پھر آپ نے رب کعبہ سے التجا کی کہ اے رب العزت تو مجھے میری گیارہ سالہ شب و روز کی محنت شاقہ کے ثمر ”نور القرآن“ کو مطبوعہ شکل میں دیکھنے تک زندہ رکھے گا تو تیری مہربانی ہوگی۔ عجب اتفاق ہے کہ جب قرآن حکیم شائع ہو کر آپ تک پہنچا تو آپ نے ناشکر کو ڈھیر ساری دعائیں دیں اور چند ایام میں تقریباً ایک سو سال کی عمر گزارنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ اُس زمانے میں کثیر سرمایہ سے یہ نسخہ شائع ہوا تھا۔

نور القرآن کی علمی افادیت پر محترم محمد ابراہیم سندھی ایک جگہ رقم طراز ہیں:

”یہ نایاب نسخہ منظوم ترجمہ ”نور القرآن“ کی اشاعت کا کام سب سے پہلے (مولانا احمد ملاح کے دیرینہ دوست) ہر دل عزیز ارباب حاجی اللہ جڑیو نے زکیر خرچ کر کے اعلیٰ طباعت سے شائع کرایا۔“ (پیغام احمد)

مولانا احمد ملاح کی دیگر مطبوعات کو جن حضرات نے شائع کرایا تھا اُن میں ارباب حاجی اللہ جڑیو، مولوی عبداللہ جونیجو، محمد صدیق مرہم اور عبدالجید ملاح رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ اب ایک اور علمی شخصیت محترم پروفیسر ضرار رستمی صاحب اور محمد صدیق ”مرہم“ نے از سر نو مولانا کی کلیات تصحیح کے ساتھ شائع کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا احمد ملاح کی علمی تحریک اور پیغام کو گھر گھر تک پہنچانے کی غرض سے محترم عبدالجید ملاح اور محترم ”مرہم“ ملاح نے ماہوار ”پیغام احمد“ کا ایک انتہائی معیاری اور مقبول سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے جس کی تینتیس اشاعتیں قارئین کرام تک پہنچ چکی ہیں۔

۱۹۳۳ء کے قریب مولانا احمد ملاح نے بے حد تحقیق و تدقیق کے بعد مسلک اہل حدیث اختیار فرمایا تھا جس کے بعد مولانا صاحب اور ان کے دیگر اہم تیرہ ساتھیوں کے خلاف ”اہل بدعت“



نے باقاعدہ ”تغییر“ کا فتویٰ جاری فرما کر مولانا صاحب اور ان کے ساتھیوں کو پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا لیکن مولانا صاحب صبر و شکر کا مجسمہ بنے رہے۔ نہ صرف معاصرین کی مہربانیاں جاری تھیں بلکہ مولانا صاحب کو وقت کی حکومت نے بھی بغاوت کے جرم میں پابند سلاسل پس دیوار زنداں رکھا۔ مولانا صاحب کا جرم یہ تھا کہ آپ نے پہلی جنگ عظیم میں ترکوں پر ڈھائے گئے مظالم شامیوں اور ترکوں پر اطالیوں کے مظالم کا تذکرہ اپنے اشعار میں فرمایا تھا۔ تحریک خلافت شروع ہوئی تو بھی آپ نے انگریزوں کے مظالم کو اپنی تقاریر و تحریروں میں خوب لگا رکھا۔ مولانا احمد ملاح نہ صرف ایک عالم دین، عابد اور مبلغ اسلام تھے بلکہ ایک مجاہد اسلام بھی تھے۔ آپ نے دعوت توحید کے ساتھ شرک، کفر بدعات کی بیخ کنی کا بھی فریضہ سرانجام دیا۔ آپ حق اور سچ کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے میں فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں لواری کے مصنوعی حج کے خلاف اپنی روح پرور جاندار تحریک چلائی کہ جس کی مثال تاریخ دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ آپ نے نہ صرف ہند و وعظ پر اکتفا کیا بلکہ سر پہ کفن باندھ کر میدان کارزار میں کود پڑے۔ امت مسلمہ میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کیا۔ پھر کیا ہوا ملک کے چپے چپے سے ہزاروں غیرت مند مسلمان آپ کے ساتھ ہوتے گئے اور ایک کارواں بنتا گیا۔ انگریزوں کی حکومت نے اپنی پوری مشنری آپ کے خلاف لگا دی لیکن پایہ استقلال میں سرموئے تک لغزش نہ آئی۔ بالآخر سفید سامراجوں نے امت مسلمہ کی صدائے حق کے سامنے گھٹنے ٹیک کر لواری کے مصنوعی حج پر پابندی عائد کر دی۔ بقاعدہ کورٹ نے بھی مصنوعی حج کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جو آج بھی مشہور کتاب (فتح لواری) میں تفصیل سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا کی انقلاب آفریں شاعری نے مبتدعین و مشرکین اور ملحدین کے ساتھ ظالم وڈیروں، میروں، پیروں اور جاہلوں کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا آپ نے اپنی سماجی، مذہبی تنظیم کا نام

”حزب اللہ“ رکھا تھا جس نے بڑی تن دہی سے کام کیا۔ مولانا احمد ملاح کی پرکشش مقبول عام شاعری کو عوام الناس اور علمی مذہبی اور ادبی طبقہ میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بعد سب سے زیادہ پذیرائی ملی۔ مولانا احمد ملاح کا سب سے بڑا علمی ادبی تاریخی کارنامہ قرآن مجید فرقان حمید کا سندھی منظوم ترجمہ ”نور القرآن“ اور توحید باری تعالیٰ کے دلائل پر مدلل نثر میں ان کی مشہور کتاب معرفت اللہ ہے۔ قرآن حکیم کا منظوم ترجمان ”نور القرآن“ اسی طرح منظوم پہلا ترجمہ ہے جیسا تاریخ میں بھی پہلی بار نثر میں بھی پہلا ترجمہ قرآن سندھی ہوا تھا۔ جس سے سندھی زبان کی اہمیت، افادیت اور قدامت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ نے سندھی کے علاوہ عربی، اردو، فارسی، سرائیکی اور پنجابی میں بھی خوب شاعری کی ہے۔ اپنے وقت کے لحاظ سے آپ نے شاید ہی کوئی قابل ذکر واقعہ پر طبع آزمائی نہ کی ہو، مثلاً: ۱۹۳۵ء کا زلزلہ، ۱۹۵۵ء جھمپہ کراچی کے قریب ریلوے کا اندوہناک واقعہ، ۱۹۶۳ء میں طوفان نوح یاد دلانے والا طوفان اور بادباراں کی تباہی کا تذکرہ کر کے خوب منظر کشی کی ہے۔ ملاح صاحب کی شاعری میں نصیحت کے ساتھ دنیا کی بے ثباتی، فکر آخرت، قبر کی بے چارگی والی زندگی پر بصیرت افروز منظومات کہیں۔ مولانا احمد ملاح ایک بلند پایہ عالم دین، مثالی شاعر، علم العروض اور فن میراث کے بلاشبہ ماہر عالم تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رضی اللہ عنہ جب سکھر تشریف لائے تو ان سے ملاقات کی غرض سے جہاں پورے سندھ سے علمائے حق تشریف لائے ان میں مولانا احمد ملاح کی ذات گرامی بھی موجود تھی۔ آپ کے معمولات زندگی کچھ اس طرح کے تھے کہ ”صلاة الفجر“ جماعت سے ادا کرنے کے بعد حاجی ”محمد عمر“ کی قیام گاہ پر تشریف لاتے جہاں علی الصبح علمی بزم کا باقاعدہ آغاز ہو جاتا۔ پھر مولانا عبدالوہاب لنڈ، مولوی عبدالرحیم شرعی وارو، محمد ہارون چند، مولانا محمد اسماعیل لغاری، مولانا گل محمد خاٹلی، مولانا محمد یوسف آفندی، محمد یوسف سہروردات جیسی بلند پایہ علمی، ادبی، اہل سخن شخصیات تشریف



فرما ہوتیں۔ پھر علم و ادب، مذہب و سیاست پر خوب طبع آزمائی ہوتی۔ یہ محفلیں بڑی یادگار ہوا کرتی تھیں۔

مولانا احمد ملاح کی جو کتب شائع ہو چکی ہیں ان میں ”ہیکڑائی حق“ میں ان کا لہجہ شرک و بدعات کے خلاف بے انتہا سخت ہے، جس کے بعد ”فتح لواری“ جس میں خانہ خدا کے مقابلے میں لواری کے مقام پر مصنوعی حج کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ ان کے علاوہ گلزار احمد، گلشن احمد، بیاض احمد، دیوان احمد، غزلیات احمد، خطبات احمد کو بھی قارئین میں خوب پذیرائی ملی۔

راقم الحروف نے پوری زندگی میں ایک بار اُن سے شرفِ ملاقات کا اعزاز حاصل کیا جس کے اظہار کے لیے الفاظ نہیں۔ آپ نے تقریباً سو سال کے قریب عمر عزیز پائی، آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ آپ ۱۹ جولائی ۱۹۶۹ء کی شام داعی اجل کو لبیک کہہ کر بدین کینٹ کے قبرستان میں ابدی آرامی ہو گئے۔

گور سکندر نہ ہے قبر دارا  
مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

مولانا احمد ملاح کے متعلق رئیس محققین علامہ سید محمد بدیع الدین شاہ راشدی ”ہدایۃ المستقید“ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاعر سندھ، ادیب فاضل، مجاہد وقت، سیف اللہ علی اعدائے، فاتح لواری، علامہ شیخ احمد ملاح بدینوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۸۹ھ) نے سندھی زبان میں کتاب ”معرفۃ اللہ“ لکھی جس میں اپنے عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں توحید کے ثبوت اور شرک کے بطلان میں آیات و احادیث اور اقوال سلف کو جمع کیا۔ آپ سندھ کے بڑے ممتاز شاعر تھے۔ آپ کے اشعار نے مشرکین کے حلقوں پر تلوار کی دھار سے زیادہ کام کیا۔

فتنہ لواری (مصنوعی حج) کو بند کرنے کا سہرہ آپ ہی کے سر تھا۔ آپ کے اشعار کے چند مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں گلشن ہدایت، فتح لواری، ہیکڑائی حق، موحدین کے لیے خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ (ہدایۃ المستقید، جلد ۱: ص ۹۸)

فتنہ لواری ایک عظیم فتنہ تھا جس کا مولانا احمد ملاح نے قوت ایمانی سے سد باب کیا۔ اس فتنہ میں مولوی احمد ملاح دو مرتبہ جیل میں گئے۔ اس فتنہ کا پس منظر یہ ہے کہ بدین کے قریب ”لواری“ نامی ایک خانقاہ ہے۔ جہاں ابتدا میں عرس کا ڈھونگ رچایا گیا مگر ۱۹۳۸ء میں باقاعدہ یہ شرم ناک اعلان کیا گیا کہ آئندہ ۹ رزی الحج کو لواری پر غریبوں کے لیے حج پڑھایا جائے گا اور جو لواری کی درگاہ پر ارادہ صدق و صفا حاضری دے گا وہ عند اللہ ”حاجی“ اور ناجی ہے۔ خطبہ حج ۳ ر بجے دیا جائے گا۔ (بحوالہ شان لواری)

مزید تفصیل ”کلمۃ الحق“ مرتب مولانا محمد صادق کٹہہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ فتنہ لواری کے خلاف کامیاب جہاد کے بعد آپ نے لاڑ کے مشہور مرشد ”میوں موسو“ کے بے سرو پا کشف و کرامات کو بھی دلائل واضحہ سے تاریک بھوت کی طرح کمزور کر کے قبر پرستی کے عمل کی بھرپور مخالفت کرنے کا فریضہ بھی سر انجام دیا۔ ساری زندگی شرک و کفر کے خلاف جہاد میں گزاری۔ امیر مینائی کے الفاظ میں۔  
خنجر چلے کسی پے تڑپتے ہیں امیر  
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

مولانا احمد ملاح کا حلیہ کچھ اس طرح تھا:

نورانی پروقار چہرہ، چمکتی جھانڈیدہ آنکھیں، روشن پیشانی، قدرے دراز قد مگر بدن میں دبیلے پتلے، قدرے سانولا رنگ، سر پر مفکر، پوری داڑھی، شلوار قمیص میں ملبوس، شلوار ٹخنوں سے اوپر، دھیمہ لہجہ، گفتگو میں شیرینی، فضول باتوں سے گریز، ہر بات کا علمی انداز میں مختصر مگر بھرپور جواب، آہستہ باوقار چال۔ یہ تھی مولانا احمد ملاح کی شخصیت عبقری۔ اللہ تعالیٰ اُن کی حسنات تو قبولیت سے نوازے، سیات سے درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ ع

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی  
ہے کبھی جان اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

نے پڑھائی۔ احباب جماعت اور طلبہ شریک جنازہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ (عبد اللہ یوسف، ناظم دارالحدیث، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، اوکاڑا)

### توحید وسنت کانفرنس

مرکزی جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث پراچہ کالونی شاہدرہ ٹاؤن لاہور کی توحید وسنت کانفرنس ۱۲ مئی بروز اتوار بعد نماز عشاء منعقد ہوگی۔ حافظ عبدالرؤف یزدانی، قاری محمد خالد مجاہد و دیگر خطاب کریں گے۔ ((مولانا) پیر مشتاق گل صاحب، خطیب مسجد ہذا)

### تبدیلی پتا

جماعت کے معروف عالم دین مولانا محمد خالد سیف سابق مترجم اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، فیصل آباد مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے ہیں۔ ان کا نیا پتہ یہ ہے: مولانا محمد خالد سیف، ہاؤس 39-p-1، گلی نمبر 1، فرید کالونی، متصل رضا آباد، فیصل آباد۔ (محمد رمضان یوسف سلفی)

عربی زبان کی ترویج و اشاعت پر بین الاقوامی کانفرنس ریاض، سعودی عرب کے مرکز الملک عبداللہ بن عبدالعزیز الدولی لخدمۃ اللغة العربیہ کے زیر اہتمام ۷ مئی ۲۰۱۳ء کو ایشیائی ممالک میں عربی زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے ایک بین الاقوامی کانفرنس شروع ہو رہی ہے۔ جس میں عرب ممالک اور ایشیائی ملکوں کے ماہرین تعلیم شرکت فرمائیں گے۔ اس کانفرنس میں پاکستان سے مولانا محمد بشیر سیالکوٹی پرنسپل معہد اللغة العربیہ اسلام آباد اور ڈاکٹر انعام الحق غازی پروفیسر انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد شرکت کریں گے۔ (معہد اللغة العربیہ، اسلام آباد)

### دعائے مغفرت

اوکاڑا شہر کی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے اہم رکن بابا کمال دین ۲۲/۲۳ اپریل ۲۰۱۳ء کو انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ حضرت مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی (شیخ الحدیث دارالحدیث)

### بقیہ: مشرکین مکہ کا عقیدہ

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا)) (رواه البخاری: باب ماجاء فی قبر نبی)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا فرمان بیان کرتی ہیں: آپ ﷺ نے جس بیماری میں وفات پائی اُس میں فرمایا کہ اللہ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔“

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَنْصُرُهُمْ وَأُولَئِكَ شَفَعَاءُ وَنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتُتَّبِعُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمُوتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَنَهُ وَتَعْلَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [يونس: ۱۸]

”اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو ان باتوں کی خبر دیتے ہو جنہیں وہ آسمانوں میں اور زمین میں نہیں جانتا؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے ان سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔“

حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ خود ”اللہ“ سے ڈرتے ہیں اور اس کا قرب چاہتے ہیں:

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ [بنی اسرائیل: ۵۷]

”جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے قرب کے متلاشی ہیں کہ ان میں سے کون اس کے قریب ہوتا ہے اور وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے۔“

## مشورہ

داماں کو تار تار اگر کر سکے تو کر  
 یہ جبر اختیار اگر کر سکے تو کر  
 سورج کو آسمان کی بلندی سے کھینچ لا  
 دڑوں کو کوسار اگر کر سکے تو کر  
 خونِ رگِ چمن سے اٹھا حشرِ اضطراب  
 فطرت کو اشکبار اگر کر سکے تو کر  
 محنت کشوں سے مانگ نوا ہائے رنجیز  
 شاہوں کو زیب دار اگر کر سکے تو کر  
 حفظِ خودی پہ نظمِ جہاں کا مدار ہے  
 یہ راز آشکار اگر کر سکے تو کر  
 بیدار کر ضمیر کو پیما کر عمل  
 یہ عہدِ استوار اگر کر سکے تو کر

(شورش کاشمیری)